آہ ناتمام

۸۰ غزلیں ۱۵ نعتوں اور ۵ گیتوں کا مجموعہ

از

بہزاد لکھنوی

ناشر:- مکتبہ سلطانی بمبئی ۳

اشاعت اول

پرنٹر و پبلشر سلطان حسین ۔ سلطانی فائن آرٹ لیتھو اینڈ
پرنٹنگ پریس بمبئی ۳ سے شایع کیا

قیمت دو روپیہ ۲؍

اس ذات گرامی کے نام
جس نے میری زندگی کو زندگی بنا دیا۔

یعنی

اپنے پیر و مرشد امام السالکین محبوب حق حضرت شاہ محمد تقی
عرف عزیز میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ
نیازیہ بریلی شریف

بہزاد لکھنوی
۹۷۔ علی عمر اسٹریٹ بمبئی ۳

حمد

عرضِ حال

سنہ ۱۹۴۲ء کے بعد اب میرا یہ مجموعہ پبلک کے سامنے آرہا ہے

اس عرصہ میں میری زندگی جن حالات کا شکار رہی وہ میرے اشعار بتائیں گے

میرے پہلے دو دواوین جس عالم کے پیداوار ہیں، یہ دیوان اس عالم سے

کہیں دور ہے۔ میرے کلام میں اغلاط یقینی ہیں۔ مجھے نہ کبھی استاد ہونے

کا دعویٰ ہوا اور نہ انشاءاللہ کبھی ہوگا۔ اتنا ضرور ہے کہ شعر کہتا ہوں اور

پڑھ لیتا ہوں۔

خاکپائے شعرا

بہزاد لکھنوی

3-8-46

۷۸۶

ہے توہی نہاں ہے توہی عیاں ترى شان جل جلالہٗ

تو کہاں نہیں، نہیں تو کہاں ترى شان جل جلالہٗ

ترے نور ہی کا ظہور ہیں، یہ جو جن و انس و طیور ہیں

یہ شجر حجر، یہ زمیں زماں، ترى شان جل جلالہٗ

توہی ڈوبتوں کا سہارا ہے، توہی بحرِ غم کا کنارا ہے

توہی بیکسوں کا ہو پاسباں، ترى شان جل جلالہٗ

ترى فکر مذہب صادقاں، ترى یاد جوہر عاشقاں

ترا ذکر مسلکِ عارفاں، ترى شان جل جلالہٗ

یہی رنگ دیکھ کے دنگ ہے، جسے کچھ شعور ہے ڈھنگ ہے

توہی راز ہے، توہی رازداں، ترى شان جل جلالہ

وہ مکرم وہ شفیع المذنبیں پیدا کریں

جس کے نظارے سے کھو جائے نگاہِ آرزو

مقصدِ چشم و مرادِ عاشقیں پیدا کریں

نام سے جسکے ملے ہر قلب مضطر کو سکوں

جو رہے سب کے دلوں میں وہ مکیں پیدا کریں

بعد اسکے پھر نہ بھیجیں کوئی مرسل دہر میں

ابتدائے کُل ہو لیکن آخریں پیدا کریں

وہ بتائے کُل جہاں کو رازِ عبد و عبدیت

کُل مذاہب کا جو جوہر ہو وہ دیں پیدا کریں

کرشمۂ باری تعالیٰ

حقتعالیٰ نے پھر اپنا مدعا پیدا کیا — یعنی نورِ حضرتِ شاہِ ہدیٰ پیدا کیا
ہوگئی اک لفظِ کن سے دونوں عالم کی نمود — یعنی سب کچھ ابتدا تا انتہا پیدا کیا
بعد اسکے چار عنصر آب و آتش خاک و باد — انکے مجموعہ سے اک حق آشنا پیدا کیا
اسکی پیشانی میں رکھا نورِ ختم المرسلین — اور اسکی نسل سے اک سلسلہ پیدا کیا
منتقل ہوتا رہا یہ نور جس جس ذات میں — اُسنے اُس اُس ذات کو معجز نما پیدا کیا
بعدِ عیسیٰ بعدِ موسیٰ پشتِ عبداللہ سے — حقتعالیٰ نے مرادِ دوسرا پیدا کیا
یعنی اس دنیا میں آئے رحمۃ اللعالمین — یعنی حق نے ہم سیہ کاروں کا رہنما پیدا کیا

بہرِ تعظیم آئی اس کے خود بہارِ بوستاں
بلبلوں نے مرحبا کا غلغلہ پیدا کیا

سلام

السلام اے شاہِ دیں شاہِ زمانہ السلام
آپ بنکر تاجدارِ دوجہاں پیدا ہوئے

السلام اے صاحبِ مہرِ نبوت السلام
آپ ہی بنکر خدائی کا نشاں پیدا ہوئے

السلام اے بیکسوں کی زندگانی السلام
آپ ہی بنکر شفیعِ عاصیاں پیدا ہوئے

السلام اے باعثِ تخلیقِ عالم السلام
آپ بنکر صاحبِ کون و مکاں پیدا ہوئے

السلام اے عینِ ذات و عینِ ایماں السلام
آپ بنکر باعثِ تسکینِ جاں پیدا ہوئے

السّلام اے واقفِ رازِ نہانی السّلام
آپ بنکر صاحبِ رازِ نہاں پیدا ہوئے
آپ ہی کے نام کا شیدا دلِ بہزاد ہے
آپ ہی کی آرزو ہے آپ ہی کی یاد ہے

جائے نہ کبھی دل سے تمنّائے مدینہ
یارب یہ ہی ہونٹوں پہ یونہی ہائے مدینہ
سودائی ہے وہ جسکو ہو اس دہر کا سودا
ہشیار ہے وہ جسکو ہو سودائے مدینہ
یہ دیکھنے والوں کی نظر تم سے کہے گی
جنت ہے کہیں بڑھ کے یہ دنیائے مدینہ

تیری ہی ضیاؤں سے منور ہیں دو عالم
صدقے ترے اے شمع تجلائے مدینہ
خورشید جہاں تاب کے کرنوں کی قسم ہے
دُنیا کا ہر اک ذرّہ ہے شیدائے مدینہ
اس دل کو تو تا حشر سکوں مل نہیں سکتا
جس دل میں نہیں حُبّ و تولائے مدینہ
بہزاد میں سمجھوں مجھے معراج ملی ہے
آئے جو نظر گنبدِ والائے مدینہ

یہ ہی عرض ای رحمتِ خاص و عام — علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام
مجھے مقصدِ زندگی دیجئے — بلا لیجئے پیشِ بابِ السلام

بہت دن سے ہے قلب اندوہگیں — بہت دن سے نظریں نہیں شاد کام

نہیں زندگی میں کوئی کیف بھی — الم لے کے آتی ہے ہر صبح و شام

خدا جانے کب تک ہوں صرفِ جنوں — خدا جانے کب تک ہو قصہ تمام

یہی بس ہے حسرت یہی آرزو — مدینہ کی گلیاں ہوں اور صبح و شام

بجز آپ کے اور کس سے کہے

کہ بہزاد ہے آپ ہی کا غلام

روحِ روانِ گلستاں صلِّ علیٰ محمدؐ

یعنی بہارِ دو جہاں صلِّ علیٰ محمدؐ

راہ نمائے عارفاں مقصدِ علمِ سالکاں

صادق و جانِ صادقاں صلِّ علیٰ محمدؐ

ہے ترا اکرم ہی چمن چمن، ہے تری عطا ہی روش روش

ہے تو ہی تو خلق کا مہرباں، تری شان جل جلالہٗ

ہے ترا ہی نور یہاں وہاں، ترا آستاں ہے ہر آستاں

ہے جھکی تو خم سرِ عاشقاں، تری شان جل جلالہٗ



نعتیں

ولادت باسعادت

مرضئ باری تعالیٰ

جن کی خواہش ہو کہ وہ علم ویقیں پیدا کریں
اپنے دل میں عشق ختم المرسلیں پیدا کریں

قطعہ

مرضئ حق کو ہوا مقصود یہ اک بارگی
جس پہ ہم شیدا ہوں اک ایسا حسیں پیدا کریں
نور سے زائد منور ہو وہ ذاتِ باصفا
چاند سے زائد حسیں اک مہ جبیں پیدا کریں

باعثِ خلقِ دوسرا خاتم و ختم انبیا
وجہ زمین و آسمان صلِ علی محمدٍ

آپ کو جس نے پالیا اس نے خدا کو پالیا
منزلِ راہ انس و جان صلِ علی محمدٍ

آپ ہی کی ضیا سے ہے کون و مکان میں روشنی
صبحِ مرادِ عاشقاں صلِ علی محمدٍ

بندہ نواز و مہرباں پشت پناہ عاصیاں
مالکِ لطفِ بیکراں صلِ علی محمدٍ

ٹلتی ہے اسکی ہر بلا ہوتا ہے اس سے خوش خدا
پڑھتا ہے جو کہ ہر زماں صلِ علی محمدٍ

ناز کو بھی ناز ہو جس نازنیں کے رنگ پہ
نازپرور نازوش وہ نازنیں پیدا کریں

صد گلستاں در کنار و صد بہاراں در چمن
اسکی خاطر ایک فردوسِ بریں پیدا کریں

اسکے ہر غنچہ کو دیدیں عود و عنبر کی شمیم
اسکے ہر پتے کو رشکِ یاسمیں پیدا کریں

اُسکو دیں کل عظمتیں کُل برکتیں کُل رفعتیں
صاحبِ لوح و قلم کرسی نشیں پیدا کریں

تحت میں اسکے ہوں کُل حور و ملک جن و بشر
مالکِ طبل و علم تاج و نگیں پیدا کریں

کشتی عصیاں ہو جسکی ذات سے ساحل شناس

مدینہ جاؤ تو اتنا پیام کہدینا
کہ ہند میں ہے تپاں اِک غلام کہدینا

تڑپ تڑپ کے گذرتے ہیں رات دن اُسکے
عجیب طرح کے ہیں صبح و شام کہدینا

مسلسل آنکھ سے گرتے ہیں اشکِ خونِ جگر
غموں کا اُس پہ ہے اک اژدہام کہدینا

ضرور کہنا کہ بے بس ہے اور ہے مجبور
سحر کے بھیس میں آتی ہے شام کہدینا

چھپا کے رکھنا نہ کچھ بھی حضورِ اقدس سے
جو تم نے دیکھا ہے سب لاکلام کہدینا

یہ کہنا بھول گیا میں کہ پیشِ گنبدِ سبز
ادب کے ساتھ تو پہلے سلام کہدینا

جو تجھ سے پوچھیں کہ وہ کون شخص ہے بتلا
تو اُن سے چپکے سے بہزاد نام کہدینا

الٰہی میرا مدینہ مقام ہو جائے
وہیں یہ زیست کا قصہ تمام ہو جائے

کچھ اس ادا سے کروں شکر کے ادا سجدے
مری جبیں کا زمانے میں نام ہو جائے

کسی کے سامنے پہنچوں بصد نیاز و وفا
کسی حضور میں میرا سلام ہو جائے

ملے کچھ اتنا کہ محرومیاں بھی حیراں ہوں
مراد یاب دلِ تشنہ کام ہو جائے

درِ حبیبِ خدا کے ہوں روز نظارے
کہ جو سحر بھی ہو ہم رنگِ شام ہو جائے

الٰہی تو ہی سہارا ہے غم نصیبوں کا
ترا کرم ہو تو قسمت کا نام ہو جائے

الٰہی تو لبِ بہزاد کی دعا سن لے ⁂ دعا یہ ہے اسے طیبہ میں شام ہو جائے

خبر بھی ہے کیا اے نظر ڈھونڈھتا ہوں
مدینے کے دیوار و در ڈھونڈھتا ہوں

تمنا ہے جلدی سے پہنچوں مدینہ
دعاؤں میں اپنی اثر ڈھونڈھتا ہوں

جو کہنا ہے کہدوں گا خود اُن سے رو کر
پیامی نہ ہیں نامہ بر ڈھونڈھتا ہوں

مرے دل میں ہے بس غمِ دردِ یثرب
پئے چارہ اِک چارہ گر ڈھونڈھتا ہوں

وہ برکت کے دن اور وہ رحمت کی راتیں
مدینے کے شام و سحر ڈھونڈھتا ہوں

مرادِ درِ نہاں ہے ظاہر نہیں ہے

جو پہچان لے وہ نظر ڈھونڈھتا ہوں

جہاں جھک کے سر زندگی بھر نہ اٹھے
میں بہزاد وہ سنگِ در ڈھونڈھتا ہوں

مقصدِ دل جگر مدینہ ہے — یعنی مدِ نظر مدینہ ہے
ہر قدم جس طرف بھی لیجائیں — روح کی رہ گذر مدینہ ہے
زندگی کی سحر کہ موت کی صبح — منبعِ ہر سحر مدینہ ہے
دیکھ کر کیا کرے وہ جنت کو — جس کے پیشِ نظر مدینہ ہے
قافلے والو پوچھتے کیا ہو — لیچلو تم جدھر مدینہ ہے
چشمِ مشتاق کی ضرورت ہے — ہر جگہ جلوہ گر مدینہ ہے

کعبہ والوں نے کہدیا بہزاد
کعبے والوں کا گھر مدینہ ہے

مدینے کی جس وقت سے آرزو ہے

مرا حال یہ ہے کہ دل قبلہ رو ہے

ازل سے ابھی تک تو یکساں ہے عالم

یہی آرزو تھی یہی آرزو ہے

چلو چل کے یثرب میں قسمت بنائیں

یہی ذکر ہر سمت ہے کو بکو ہے

مدینہ نہ دیکھا تو کچھ بھی نہ دیکھا

جدھر دیکھیے بس یہی گفتگو ہے

ادائے نمازِ محبت تو کر لے

تمنا بڑی دیر سے قبلہ رو ہے

اگر ختم ہو تو مدینے میں جا کر

مری زندگی کو یہی آرزو ہے

یہ دنیا نہ بہزاد کچھ ساتھ دے گی

ارے ہوش کر کن خیالوں میں تو ہے

مدینے کو بلا لے کملی والے — مصیبت سے چھڑا لے کملی والے

بھلا مشکل اسے پھر کیوں ستائے — جو تیرا آسرا لے کملی والے

بھٹکتے جا رہے ہیں ہم مسلماں — ہمیں اپنا بنا لے کملی والے

تری امت کی کشتی ہے بھنور میں — اب اسکو تو بچا لے کملی والے

مسلمانوں کا عالم اب ہے ابتر — ہیں جینے کے بھی لالے کملی والے

برے ہیں یا بھلے ہیں ہیں تو تیرے — کرم کر اور بچا لے کملی والے

دلِ بہزاد ہے بیتاب یثرب

اسے للہ بلا لے کملی والے

ہمکو اکبار مدینے میں بلائیں تو سہی

پیاس بیتاب نگاہوں کی بجھائیں تو سہی

ہم بھی کہدینگے کہ آنسو ہیں ہمارے آنسو

آگ جو دل میں لگی ہے وہ بجھائیں تو سہی

کیا کریں ہیں جو سرِ شوق میں مضطر سجدے

اپنی چوکھٹ کے قریں ہمکو بلائیں تو سہی

کام دے گی بھلا کس طرح یہ خاموش لبی

اپنا عالم جو ہے ہم اُن کو بتائیں تو سہی

شکوۂ دُوریِ منزل جو کریں ہم تو قصور

قافلے والے ہمیں ساتھ بلائیں تو سہی

میرے نالوں میں اثر آئے تو کچھ بات بنے

میری آہیں مرا پیغام سُنائیں تو سہی

جذبِ صادق سے اگر کام تو لے بہزاد

گر نہ چھا جائیں یہ رحمت کی گھٹائیں تو سہی

چھب دکھلا دو احمد پیارے   بطحا نگر کے راج دلارے

نامِ مدینہ جب آتا ہے   روتے ہیں ہم درد کے مارے

لاکھ بُرے ہیں لاج کو رکھ لو   کچھ بھی سہی پر ہم ہیں تمہارے

ناؤ بھنور میں ڈول رہی ہے   کون لگائے اسکو کنارے

تُم پہ لگی ہے آنکھ ہماری   تم ہی بس ہو کھیون ہارے

تم سے ہی پاتے ہیں ضیائیں   یہ سورج یہ چاند ستارے

اس ذرا بہزاد کو دیدو   ٹوٹ چکے ہیں اسکے سہارے

میرے غم کی تلخیاں پیغامبر سمجھا نہیں
اُن سے جو کہنا تھا کہہ آیا مگر سمجھا نہیں

اِک فسوں سا چھا گیا کون و مکاں میں ہر طرف
میرے سحرِ عشق کو جادو نظر سمجھا نہیں

آ رہی تھی میرے قدموں کی صدائے دردناک
کون آتا ہے چراغِ رہ گذر سمجھا نہیں

کہہ دیا کل رازِ میخانہ کا ساقی نے مگر
بے خبر سمجھے تو سمجھے باخبر سمجھا نہیں

ظلمتوں سے شب کی میں نے کھیل کر شب کاٹ دی
ہر تجلی کو کبھی میں نے سحر سمجھا نہیں

میں تو سمجھا تھا یوں ہی آنکھوں میں آنسو آ گئے

غزلیں

میں نے اسکو اپنی آہوں کا اثر سمجھا نہیں

اب تو یہ بتلا رہا ہے ان کا اندازِ حجاب
اُن کا جلوہ مجھ کو بیتابِ نظر سمجھا نہیں

✓ پا سکا عالم نہ میری خوش نوائی کا مزا
دیدہ ور کے پاس میں تھا دیدہ ور سمجھا نہیں

کس لئے آخر جھلکتی اپنی چشمِ اشتیاق
ہر جگہ وہ ہیں یہی ذوقِ نظر سمجھا نہیں

اُسکے پائے ناز کو ہے میری سجدوں کی تلاش
ہوش ہی کب تھا مجھے اسکی نظر سمجھا نہیں

✓ کوئی ہر آواز دیدے میرے جسمِ شوق کو
جلوہ کی کیا آرزو ہے جلوہ گر سمجھا نہیں

زلف و رخ سے ماورا بہزادؔ ہے میرا خیال
میرا عالم صاحبِ شام و سحر سمجھا نہیں

وہ نظر غم کا سہارا نہ بنے تو کیا ہو
موج اُٹھ کر جو کنارا نہ بنے تو کیا ہو

اشک ہی گر کے بڑھاتا ہے رنگینیٔ شب
اشک ہی صبح کا تارا نہ بنے تو کیا ہو

تم ہمارے نہ ہوئے خیر یہ اچھا ہی ہوا
اور اگر کوئی تمہارا نہ بنے تو کیا ہو

مدتوں بعد نظر آئی نظر کی جنبش
یہی جنبش جو اشارا نہ بنے تو کیا ہو

گر فغاں کرنے ہی سے رازِ دل کھلتا ہے
اور کوئی درد کا مارا نہ بنے تو کیا ہو

خیر خوشیوں نے تو منہ موڑ لیا ہے ہم سے
اور اگر غم بھی ہمارا نہ بنے تو کیا ہو

کس طرح منزلِ مقصود کو پائے رہرو
یہی ٹھوکر جو سہارا نہ بنے تو کیا ہو

روحِ میخانہ اگر ہے تو فقط جنبشِ چشم
اور ساقی سے اشارا نہ بنے تو کیا ہو

ایک آنسو کی حقیقت تو نہیں کچھ لیکن
یہ ستارا جو ستارا نہ بنے تو کیا ہو

ہم سے پوچھو کہ بسر ہوتی ہے اپنی کیونکر
درد اگر دردِ گوارا نہ بنے تو کیا ہو

تم کہاں جاؤ گے لیکر دلِ پُر شوق اپنا
کوئی بہزاد تمہارا نہ بنے تو کیا ہو

اب وہ راتیں نہیں وہ دن نہیں وہ شام نہیں
جب سے تم آکے گئے روح کو آرام نہیں

پا کے بھی تجھ کو سکونِ دلِ ناکام نہیں
تو وہ آرام ہے جس سے کوئی آرام نہیں

تیرے صدقے تیرے پیمانِ وفا کے قربان
میں وہاں ہوں کہ جہاں گردشِ ایام نہیں

تیری نظروں کا یہ عالم کہ مکمل شبِ وصل

میری دنیا کا یہ عالم کہ کہیں شام نہیں

اب تو سجدے کا ہے مقصود نشاطِ سجدہ
اب تیری سجدہ نوازی کا کوئی کام نہیں

یہی رہزن نے بتایا یہی رہبر نے کہا
راہ ایسی ہے کہ منزل کا کہیں نام نہیں

نامہ بر تجھ سے جو پوچھیں تو بہانا دو اشک
اور کہنا بجز اس کے کوئی پیغام نہیں!

اے مرے چارہ گرِ دردِ تمنا ہشیار
کوئی حسرت بھی بقیدِ سحر و شام نہیں

تیرے میکش وہاں پی لیتے ہیں جامِ مئے شوق
جہاں ساقی نہیں میخانہ نہیں جام نہیں

تیرے جلووں کے سوا غیر پہ کیوں جائے نگاہ
یہ مرا ذوقِ تماشا تو کوئی عام نہیں

یہ ترے عشق کا مارا ہوا بہزادِ حزیں
کون کہتا ہے کہ مشہور ہے بدنام نہیں

تصور ہے کسی پردہ نشیں کا — یہ عالم ہے دلِ اندوہگیں کا
یہ عکسِ رخ ہے کس پردہ نشیں کا — بنا ہی مہر ہر ذرہ زمیں کا
جبیں جب سے جھکی ہے بہرِ سجدہ — فلک سے پوچھئے رتبہ زمیں کا
ابھر آیا ہے پھر میرا سفینہ — کرم دیکھو یہ موجِ تہ نشیں کا
نہ لاتا تابِ دیدِ یار لیکن — سہارا ہے نگاہِ اولیں کا
دلِ مضطر شکستہ ہو تو کیونکر — مکاں کو پاس ہے اپنے مکیں کا

ازل سے آجتک ہے وقفِ سجدہ کوئی یہ حوصلہ دیکھے جبیں کا
حجابوں پر بھی ہو جاتا ہے ظاہر یہی پردہ تو ہے پردہ نشیں کا
ہوا ہے جیب سے دامن پارہ پارہ تو آیا ہوش ہم کو آستیں کا
ہزاروں رنگ کے جلوے ہیں آمیز فلک حیراں ہے کیا کہنا زمیں کا
ہمارا حال اب ابتر ہے بہزاد
محبت نے نہیں رکھا کہیں کا

ہے وہی شب ہیں وہی تارے وہی ہنگام ہے
میرے بجھ جانے سے کیوں تنہا چراغ شام ہے
زندگی خوش کام ہے یا زندگی ناکام ہے
ایک ہی عالم ہیں دونوں ایک ہی انجام ہے

پاس میرے کیا ہے اک دل اِک جگر اِک چشم تر
ایک دیوانہ ہے اِک وحشی ہے اک ناکام ہے
میں دعائے صبح کیوں مانگوں شب الام ہجر
صبح کا عالم حقیقت میں فریب شام ہے
ہو رہے ہیں ذرے ذرے سے عیاں وہ چار سو
اللہ اللہ آج پھر اذنِ تماشا عام ہے
اب ہمیں ہم رہ گئے ہیں اِس جہانِ شوق میں
اب نہ وہ عالم نہ وہ نظریں نہ وہ پیغام ہے
جھک گئی ہے اُن کے قدموں پر جبینِ آرزو
کفر کہتے ہیں جسے شاید اسی کا نام ہے
دوریٔ منزل کو اکثر خود بڑھا لیتا ہوں میں

ورنہ منزل پر پہنچ جانا بھی کوئی کام ہے

میرے ساقی نے پلائی مجھ کو اس انداز سے

میکدے والے یہی سمجھے کہ خالی جام ہے

سننے والے سن رہے ہیں کہنے والا کیوں کہے

زندگی افسانۂ شام و سحر کا نام ہے

شکر کے عالم میں بھی اکثر نکل جاتی ہے آہ

مجھ پہ اے بہزاد شکوے کا عبث الزام ہے

اک جہاں ہے محوِ حیرت کیا کہوں

اپنی رودادِ محبّت کیا کہوں

میرا ہر آنسو ہے میرا رازِ دل !

اب میں ان اشکوں کی قسمت کیا کہوں

خود سمجھ لیں گے وہ میرا حالِ دل

اپنا ارماں اپنی حسرت کیا کہوں

آ گئے وہ رُخ سے سرکائے نقاب

ہو گئی طرفہ قیامت کیا کہوں

دیدِ جاناں یادِ جاناں فکرِ دوست

ہے یہ ہر عالم عبادت کیا کہوں

رہروی ہی رہروی اور کچھ نہیں

منزلِ جاناں کی حالت کیا کہوں

جام کے بدلے ملائی ہے نظر

آج ساقی کی عنایت کیا کہوں

وہ مجھے خوشیاں عطا کرتے ہیں کیوں

مجھ کو ہے غم کی ضرورت کیا کہوں

مجھ سے ہیں بیزار وہ خواہانِ دل

میں ہوں پابندِ مروّت کیا کہوں

وہ یادِ زلف و یادِ رُخِ فتنہ گر کہاں

اب تو مرے نصیب میں شام و سحر کہاں

اب وہ خلش وہ درد وہ ذوقِ نظر کہاں

ظاہر میں کچھ کمی نہیں مجھ میں مگر کہاں

اِک آہ میں چھپا ہے جہانِ صد اضطراب

روداد مختصر بھی میری مختصر کہاں

اللہ رے رہروی مجھے یہ بھی خبر نہیں

منزل کہاں ہے راہ کہاں راہبر کہاں

یا بتکدہ نواز تھا یا ہوں حرم بدست

لایا ہے کس جگہ سے فریبِ نظر کہاں

مجبورِ شامِ ہجر دعائے سحر نہ مانگ

تسکینِ دردِ دل ہے مرادِ سحر کہاں

راہِ طلب میں مجھ کو بس اتنا خیال ہے

رہبر بنے گی رہبری راہبر کہاں

جب سے گئے ہو آکے ہمارا یہ حال ہے

کھوئے ہوئے سے ہیں ہمیں اپنی خبر کہاں

تم نے نگاہِ لطف کو زحمت تو دی مگر

قیمت میرے سکوں کی تمہاری نظر کہاں

بہزاد خود کو دیکھ رہی ہے نگاہِ شوق
دیکھے جمالِ دوست مجالِ نظر کہاں

غم میں بھی مسکرا رہا ہوں میں — اپنا عالم دکھا رہا ہوں میں
مجھکو جب کوئی نہیں میرا — پھر کسے یاد آ رہا ہوں میں
اس سے مجھ کو نہیں وفا کی امید — جسکو اپنا بنا رہا ہوں میں
رکھ رہا ہوں بنا نشیمن کی — بجلیوں کو بلا رہا ہوں میں
اشکِ غم ساتھ کیوں نہیں دیتے — دیر سے مسکرا رہا ہوں میں
اللہ اللہ میری مستیٔ شوق — بے پیے ڈگمگا رہا ہوں میں
اشک بہتے ہیں کچھ نہیں کہتا — یوں فسانہ سنا رہا ہوں میں
جو جلائیں تھیں شام فرقت میں — وہی شمعیں بجھا رہا ہوں میں

یاد آتا ہی جاتا ہے بہزاد
وہی جسکو بھلا رہا ہوں میں

وہی صبح جس میں مجھکو تیری کچھ خبر نہ آئے
میرے دورِ زندگی میں کبھی وہ سحر نہ آئے
مری چشمِ جستجو کی یہ عجیب آرزو ہے
کہ کبھی وہ سامنے ہو کبھی وہ نظر نہ آئے
مجھے غم نہیں خوشی ہے یہی دردِ زندگی ہے
میری چارہ سازیوں کو کوئی چارہ گر نہ آئے
میرے غم کی کیا دوا ہو، مجھے کس طرح شفا ہو
میرا ذوقِ دید کیا جو تو ہی نظر نہ آئے

تیرے میکدے کا ہم نے یہ عجیب طور دیکھا
کہ جو آئے بے خبر ہو، کوئی باخبر نہ آئے

میری پُرحجاب نظرو ذرا اتنا دھیان رکھنا
کہ وہ سامنے بھی آئے تو تمہیں نظر نہ آئے

نہیں لطف بندگی کا نہیں کیف زندگی کا
جو جبیں کے پاس کھنچکر ترا سنگِ در نہ آئے

وہ حرم کہ بتکدہ ہو، وہ چمن کہ میکدہ ہو
وہاں جا کے ہم کریں کیا جہاں تو نظر نہ آئے

میرا حال کب زبوں ہے، یہ تڑپ نہیں سکوں ہے
مجھے چین یا الٰہی کبھی عمر بھر نہ آئے

Roshan

ھی یگانہ وہ نظر بیگانہ بنکر رہ گئی
زندگی افسانہ در افسانہ بنکر رہ گئی

قہقہوں سے کب میرا ٹوٹا ہوا دل جُڑ سکا
بے بسی پھر زینتِ کاشانہ بنکر رہ گئی

عام ہوتا کس طرح رازِ نہانِ میکدہ
تشنگی رہنِ حدِ میخانہ بنکر رہ گئی

اے ہجومِ نامرادی اے وفورِ بیخودی
مستیٔ دل آخرش ویرانہ بنکر رہ گئی

دل میں تو نے کی تو اپنی جلوہ فرمائی مگر
یہ تجلّی بھی چراغِ خانہ بنکر رہ گئی

اب تیری آنکھوں میں بھی آنسو نظر آنے لگے

تیری دنیا بھی میرا غم خانہ بنکر رہ گئی

یا الٰہی کون آیا ہے نقاب اُلٹے ہوئے
شمع محفل آج کیوں پروانہ بنکر رہ گئی

کیا مزہ دینے لگا اسکو سجودِ سنگِ در
کیوں جبین وقفِ بتِ بتخانہ بنکر رہ گئی

عاشقی کی کشمکش بہزاد ایسی چیز ہے
زندگی ٹوٹا ہوا پیمانہ بنکر رہ گئی

مجھے کس نے دیکھا ہے پھر مسکرا کے — میری زندگی کو تماشا بنا کے
تجھے میکدے کی قسم میری ساقی — پلا دے پلا دے نگاہیں ملا کے
زمانے کے نیرنگ بھی ہم نے دیکھے — کبھی انکو کھو کے کبھی انکو پا کے

فغاں میری شاید رسا ہوگئی ہے — تڑپنے لگے ہیں جو جھونکے صبا کے
میری منزل سخت اللہ اکبر! — کہ رہبر بھی ٹھہرے نہ منزل بتا کے
میری کشتی غم یونہی پار ہو گی — میں احسان کیوں لوں بھلا ناخدا کے
میری بیقراری کو کیا دیکھتا ہے — کہاں ہوش ہے تیری محفل میں آ کے
مرا حال مجھ سے نہ پوچھو نہ پوچھو — تمہیں کھو گیا ہوں تصور میں پا کے

اسی در کا ارماں ہے بہزاد مجھ کو
میں قربان جاؤں درِ مصطفےٰ کے

میرے پہلو میں یہ غارتگرِ جاں کون آیا
پیکرِ ناز وادا دامن واماں کون آیا
جس کی آنکھیں نہیں وہ جام ہیں ساقی کی قسم
اپنی نظروں میں لئے رطلِ گراں کون آیا

جس کی بیباک نگاہی میں حجابوں کا ہجوم
عشق ہے آج بحیرت نگراں کون آیا

صبح کے رنگ پہ چھائی ہو لطافت شب کی
زلف مشکیں کو بہ رُخ رقص کناں کون آیا

بے سُنے کون بنا عین تمنائے دلی
بے کہے حاصل الفاظ و بیاں کون آیا

میں بھی حیرت میں ہوں حیرت میں ہے دنیا بھی مری
آج سُنکر دلِ مضطر کی فغاں کون آیا

جسم مشتاق ہے دل مست ہے بیتاب ہے روح
یا خدا ان کے مُرادِ دل و جاں کون آیا

بیخودِ شوق ہوں بہزاد مجھے ہوش ہی کیا ۔:۔ جذبِ دل سے مری بیتاب دواں کون آیا

اُن کے نازک دلکو بھی احساس ارماں ہو چلا
رفتہ رفتہ ان کا عالم بھی پریشاں ہو چلا

بہکی بہکی سی نظر ہے سہمی سہمی سی نگاہ
سُنتے سنتے حال میرا غم نمایاں ہو چلا

نازنیں آنکھوں سے پیہم اشک جاری ہو گئے
موجۂ اشکِ الم بھی موجِ طوفاں ہو چلا

اور آنسو آنکھ سے پیہم گرے مستانہ وار
ایک اشک نامرادی زیبِ مژگاں ہو چلا

فصلِ گُل اے فصلِ گُل ہاں تیری قرباں جائیے
اب مجھے احساس داماں و گریباں ہو چلا

پھر وہی زلفیں اسی چہرے پہ آکر چھا گئیں

پھر وہی عالم مرا دین وایساں ہو چلا

اب سکون پانے لگا دل اضطرابِ شوق سے
یعنی اک قیدیٔ غم مانوسِ زنداں ہو چلا

اس نگاہِ ناز نے بخشا تھا جو روزِ ازل
رفتہ رفتہ وہ شرارہ مہرِ تاباں ہو چلا

ہائے اے بہزاد اپنے دل کا عالم کیا کہوں
یا گلستاں بن چلا تھا یا بیاباں ہو چلا

حیات ہی تو مگر وہ حیات کیوں نہ رہی
وہ کیفِ زیست وہ عالم وہ بات کیوں نہ رہی

تڑپ رہا ہوں ہزاروں غموں کے سائے میں
وہ چشم حاملِ صد التفات کیوں نہ رہی

وہ رات جس کو محبت کی رات کہتے ہیں
مرے جہاں میں وہی ایک رات کیوں نہ رہی

دلِ خراب کو مایوسیوں نے لوٹ لیا
وہ حسرتِ کرمِ واقعات کیوں نہ رہی

شروعِ عشق و محبت کا دور ارے توبہ
وہی جہان وہی کائنات کیوں نہ رہی

بتا بتا مری کشتی کے ناخدا یہ بتا
سکوں کی لہر بسِ واقعات کیوں نہ رہی

ہزار چاند بھی تاباں ہیں اور ستارے بھی
مگر میں سوچ رہا ہوں کہ رات کیوں نہ رہی

یہ غم ہے اب کہ غمِ عشق دل سے دور ہوا

سحر کے بھیس میں شامِ نجات کیوں نہ رہی

بڑھا نہ دامنِ رنگینِ دوست ای بہزاد

ہزار حیف ان اشکوں کی بات کیوں نہ رہی

کیا آپ چھپتے ہو جلوہ نما ہو سبھی میں تم

پھولوں میں تم ہو غنچوں میں تم ہو کلی میں تم

ہر سانس اِک پیام ہے ہر سانس اِک سلام

شاید کہ مل گئے ہو میری زندگی میں تم

ایسی پلا دی ہوش میں آنا محال ہے

ہر سمت رہے ہو نظر بیخودی میں تم

پھیکا دکھائی دینے لگا رنگِ ماہتاب

نکلے ہو سیرِ باغ کو کیوں چاندنی میں تم

مجھ کو مٹا کے چین نہ پاؤ گے حشر تک

میرے ملال کو تو نہ بھولو خوشی میں تم

ساری تجلیاں ہیں تمہاری ہی چارسو

ظلمت میں تم ہو نور میں تم روشنی میں تم

چہرہ اتر گیا مرے حزن و ملال کا

بن کر خوشی جو آئے میری زندگی میں تم

ہر رند کیوں نہ مست شرابِ وفا رہے

ساغر میں تم ہو مے میں ہو تم میکشی میں تم

سجدوں میں تم ہو اشکوں میں تم آہِ پُر تاثیر

بہزادِ مبتلا کی ہو ہر بندگی میں تم

ہر نفس گریہ و ماتم کے سوا کچھ بھی نہیں
زندگی کیا ہے تیرے غم کے سوا کچھ بھی نہیں

اشکِ حسرت لبِ خاموش فغانِ محروم
پاس میرے میرے عالم کے سوا کچھ بھی نہیں

تو کہاں آئی ہوا اے صبحِ بہارِ اُمید
میری دنیا میں شبِ غم کے سوا کچھ بھی نہیں

حقیقت ہے کہ ہستی کی حقیقت اے دوست
ایک نظارۂ عالم کے سوا کچھ بھی نہیں

اللہ اللہ یہ ہے کشمکش راز و نیاز
چار سو شعلہ و شبنم کے سوا کچھ بھی نہیں

خاک سمجھے گا وہ رنگینیٔ عالم کا نکھار

پاس جس کے دلِ پُرغم کے سوا کچھ بھی نہیں

مقصدِ چشم و نظر شامِ محبت کی قسم
اس تری کاکلِ پرخم کے سوا کچھ بھی نہیں

ہوش کہتے ہیں کسے اہلِ نظر دنیا میں
زندگی لغزشِ پیہم کے سوا کچھ بھی نہیں

میری دنیا میں نہ سمجھیں گے زمانے والے
ہائے بہزادِ حزیں غم کے سوا کچھ بھی نہیں

کوئی بصد غرور و ناز جلوہ نما ہوا تو کیا
چشمِ مراد مند کو مل گیا مدعا تو کیا

میرے نیازِ شوق کی میرے گدازِ عشق کی
کچھ نہیں ابتدا تو کیا کچھ نہیں انتہا تو کیا

میرا افسانۂ الم عرض سے بے نیاز ہی

میں نے نہیں کہا تو کیا تو نے نہیں سنا تو کیا

ساقیٔ گلعذار کی مست نگاہ یاد ہے !

بے پیے ہم تو مست ہیں آ گیا میکدہ تو کیا

میری نگاہِ عشق کی تاب نہ لا سکا کوئی

ہائے ہجوم بیکسی یہ بھی جو ہو گیا تو کیا

رہروِ راہِ شوق کو راہ روی سے کام ہی

بھول گیا تو کیا ہوا مل گیا راستہ تو کیا

لرزہ کناں ہے کائنات گم ہے حیات اور ممات

اپنا ہی جب پتہ نہیں تیرا پتہ ملا تو کیا

کفر بھی تم ہو دیں بھی تم، عرش بھی تم زمیں بھی تم

تم نے ہی جب بھلا دیا بھول گیا خدا تو کیا

میری مراد کچھ نہیں بھولا ہوں یاد کچھ نہیں

میری مراد قلب کو تم نے سمجھ لیا تو کیا

حسن کی ضد سے غموں کو جاوداں کرنا پڑا

اپنے عالم کو بہارِ بے خزاں کرنا پڑا

میکدے میں احترامِ میکشاں کرنا پڑا

دل جہاں جھوما تھا اِک سجدہ وہاں کرنا پڑا

تیری خاطر یہ نگاہِ دلستاں کرنا پڑا

خارِ غنچوں کو بہاروں کو خزاں کرنا پڑا

اپنی حد سے بڑھ چلا جب کچھ نیازِ بندگی

ایک سجدہ بے قیام آستاں کرنا پڑا

اُن کے اندازِ تخاطب کے تصدق جائیے
اپنے اشکوں کو بھی زیبِ داستاں کرنا پڑا

جب گل و بلبل میں کچھ تھوڑی سی چشمک ہو چلی
پتہ پتہ کو چمن کے ہم زباں کرنا پڑا

میری خاموشی کو جب طرزِ کلام آنے لگا
اُن کی محفل میں زباں کو بے زباں کرنا پڑا

فصلِ گل میں یہ خیال آتا ہے اکثر بار بار
اپنے ہی دامن کو خود کیوں دھجیاں کرنا پڑا

عشق کا اعجاز اے بہزادِ مضطر کیا کہوں
بستر مجھ کو زمیں کا آسماں کرنا پڑا

پھر مری آنکھوں میں آنسو آ گئے
پھر فضا پر ابر سے کچھ چھا گئے

اللہ اللہ اُن کا الطاف و کرم
جاتے جاتے کچھ مجھے سمجھا گئے

وہ نہ سمجھے میری الفت کی حدیں
اس مری دنیا سے دھوکا کھا گئے

کچھ میری آنکھوں میں آنسو رہ گئے
کچھ میرے دامن پہ آنسو آ گئے

مہر بھی ان کی جفا سے کم نہیں !
آئے تو لیکن مجھے تڑپا گئے

راہِ غم میں ایسے بھی رہرو ہیں جو

رہبروں کو راستہ بتلا گئے

زندگی بے کیف ہو کر رہ گئی

ہم محبت کا نتیجہ پا گئے

اُن کے جلووں کے تصدق جائیے

پھر نگاہِ شوق کو تڑپا گئے

ہو گئے رگ رگ میں وہ جلوہ کناں

آج ہم بہزاد اُن کو پا گئے

کیا صورت گری اے جذبۂ دل ہوتی جاتی ہر

کہ وہ صورت نگاہوں کے مقابل ہوتی جاتی ہر

جبیں جھکنے لگی ہر ہر قدم پر کوئے جاناں میں

زہے قسمت کہ پوری حسرتِ دل ہوتی جاتی ہر

مزہ دینے لگی ہے شمع و پروانہ کی بے چینی

یہ دنیا واقفِ اسرارِ محفل ہوتی جاتی ہے

خدا رکھے خدا رکھے یونہی یہ موجِ بحرِ غم

بظاہر موج ہے باطن میں ساحل ہوتی جاتی ہے

مجھے آواز دیتی ہیں فضائیں یاس و حرماں کی

محبت اور مشکل اور مشکل ہوتی جاتی ہے

کبھی نالے کیے پہروں کبھی آہیں کبھی شیون

رسائی اس طرح منزل بمنزل ہوتی جاتی ہر

تصور نے بسایا ہر نیا عالم نئی دنیا

میری تنہائی بھی ہم رنگِ محفل ہوتی جاتی ہر

ہمیشہ سے گذاری ہے تڑپ کر زندگی ہم نے

محبت سہل ہی کب تھی جو مشکل ہوتی جاتی ہے

میری گم گشتگی بہزاد مجھ کو راس آئی ہے
کہ میرے واسطے وارفتہ منزل ہوتی جاتی ہے

غم کو دشمن درد کو نامہرباں سمجھا تھا میں
ہائے کن اُٹھتی بہاروں کو خزاں سمجھا تھا میں

ایک ہی ساغر نے مجھ پر یہ حقیقت کھول دی
وہ بھی میکش تھا جسے پیرِ مغاں سمجھا تھا میں

سننے والوں کی خطا کیا تھی نہ سمجھا گر کوئی
خود بڑی مشکل سے اپنی داستاں سمجھا تھا میں

ہائے وہ نکلا میری چشمِ تمنا کا سراب
دُور سے جسکو غبارِ کارواں سمجھا تھا میں

مجھ کو ملتا بھی تو کس عنواں سے لطفِ بندگی
سجدے کو پابندِ سنگِ آستاں سمجھا تھا میں

کیا خبر تھی آشیاں کی زد میں ہیں خود بجلیاں
بجلیوں کی زد میں اپنا آشیاں سمجھا تھا میں

حسرتوں کا تھا جنازہ آرزوؤں کا مزار
ہائے وہ قطرہ جسے اشکِ رواں سمجھا تھا میں

ایک ہی مرکز پہ تھے ناز و نیازِ عاشقی
اُن کے قصے کو بھی اپنی داستاں سمجھا تھا میں

ختم ہوتی کس طرح بہزاد میری رہروی
رہگذر تھی جسکو منزل کا نشاں سمجھا تھا میں

بہت غم نہاں ہیں میری زندگی میں
بڑی تلخیاں ہیں میری زندگی میں
کہیں تم کو ملتیں تو تم دم نہ لیتے
جو محرومیاں ہیں میری زندگی میں
اُنھیں کے تصور میں رہتا ہوں ہر دم
وہ ہر سو عیاں ہیں میری زندگی میں
جو تم بھی مٹاؤ تو مٹنا ہے مشکل
وہ مجبوریاں ہیں میری زندگی میں
کبھی یاس رہنا کبھی آس رہنا
نئے دو جہاں ہیں میری زندگی میں
الٰہی مجھے یہ گوارا نہیں ہے

سُنا وہ تمناں ہیں میری زندگی میں
نہیں جن کی تعبیر بہزاد ممکن
وہ خوابِ گراں ہیں میری زندگی میں

ترے ذکر نے ترے فکر نے تری یاد نے وہ مزا دیا
کہ جہاں ملا کوئی نقشِ پا وہیں ہم نے سر کو جھکا دیا
ترے دستِ بندہ نواز نے میری آرزو سے سوا دیا
مگر آہ جذبِ جہاں طلب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کیا دیا
وہ جو رہروی کا مآل ہے وہی میری منزلِ حال ہے
مجھے رہبروں سے ملا ہی کیا مجھے رہزنوں نے پتا دیا
نہ جنوں نہ جوشِ جنوں رہا نہ تو دل نہ سوزِ دروں رہا
تری اک نگاہِ سلوک نے غمِ زندگی کو بھلا دیا

تیرے میکدے میں جو آگیا وہ متاعِ ہوش اُڑا گیا
اُسے کھو دیا تجھے پا گیا، جہاں جام تو نے پلا دیا
کبھی مجھ سے آنکھ ملا گئے، کبھی مجھ سے آنکھ چرا گئے
کبھی اِک نظر میں بنا دیا، کبھی اِک نظر میں مٹا دیا

میری جو ہر طرف کو نظر دیکھتی رہی
دنیا مذاقِ شعبدہ گر دیکھتی رہی ؎
اِک شمعِ دلگداز فروزاں بغیرِ نور
میری شبِ الم کو سحر دیکھتی رہی
گم گشتگی میں بھی سرِ منزل پہنچ گیا
مڑ مڑ کے مجھ کو راہگذر دیکھتی رہی

ساغر کا کس کو ہوش تھا مے کا کسے دماغ
ساقی کو میکشوں کی نظر دیکھتی رہی
وقتِ وداعِ دوست میری چشمِ نامراد
دیکھا وہ جا رہا تھا مگر دیکھتی رہی
اُس در پہ لے گئی ترے سجدوں کی آرزو
جس در پہ سر کو سب کی نظر دیکھتی رہی
ویرانیاں نثار تھیں بے ربطیاں فدا
بہزاد بے بسی مرا گھر دیکھتی رہی

نئی منزلیں نئے راستے نئے ہمسفر کی تلاش ہے
کبھی راہزن کبھی راہ رو کبھی راہبر کی تلاش ہے

جہاں حال میرا زبوں ہوا، جہاں قلبِ زار کا خوں ہوا
جہاں کاروانِ سکوں لٹا اسی رہگذر کی تلاش ہے

نہ تو دردِ غم، نہ تو بیخودی، نہ تو چشمِ تر، نہ تو بے بسی
میرا چارہ گر ہی نہیں کوئی مجھے چارہ گر کی تلاش ہے

یہاں کون صاحبِ ہوش ہے جسے ہوش ہے وہ خموش ہے
تجھے کیوں حقیقتِ زندگی کسی دیدہ ور کی تلاش ہے

وہ جو وجہ کشف و کشود ہے، وہ جو شانِ ربِ ودود ہے
وہ جو تیرے رُخ کی نمود ہے مجھے اس سحر کی تلاش ہے

وہ ہو سود مند کہ پُر زیاں، میرا اور سر یہ جھکے کہاں
ترا سنگِ در، ترا آستاں، میری عمر بھر کی تلاش ہے

یہ جو پھر رہا ہوں میں کو بکو، نہیں ہے سکون کی جستجو
اسی سنگِ در کی ہے آرزو اسی سنگِ در کی تلاش ہے

یار سے چھوٹے زمانہ ہو گیا
اب تو ہر عالم فسانہ ہو گیا

ہم سکوں کے نام سے واقف نہیں
مدتیں گذریں زمانہ ہو گیا

لفظِ اُف لب پر میرے نالہ رہا
لب پہ بلبل کے ترانہ ہو گیا

اب نہیں سینے میں کوئی داغِ عشق
گل میرا فانوسِ خانہ ہو گیا

آفریں اے شدتِ دردِ جگر
اُن سے ملنے کا بہانہ ہو گیا

کیا اسی کہتے ہیں اعجازِ بیاں
لفظ جو نکلا فسانہ ہو گیا

ہے یہی بہزاد معراجِ حیات
ایک بیگانہ یگانہ ہو گیا

نہیں ملتا نہیں ملتا ہمیں منزل کبھی اپنی
کہ منزل کی طلب رکھتی نہیں ہے رہبری اپنی

ہمارے قلب کا یہ اضطراب شوق کیوں جائے
وہی حالت جو پہلے تھی وہی ہے آج بھی اپنی

ہمیں کیا تھا ارے ای ناخدا رے کشتیٔ الفت
تجھی پر حرف آجاتا جو کشتی ڈوبتی اپنی

ترے روئے منور کا نہیں ہے فیض تو کیا ہے
وگرنہ چاند لایا ہے کہاں سے چاندنی اپنی

خدا رکھے وفور شوق کو اللہ رے عالم
کہ ہے اب لیے قیام آستاں ہر بندگی اپنی

نہ اب اپنی خبر ہمکو نہ اب دل کی خبر ہم کو
ترے عالم میں گم ہونے لگی ہے زندگی اپنی

ملے معراج ہستی کی ہمیں بہزاد افسردہ
ادا گر نقش پائے دوست پر ہو بندگی اپنی

ترے غم سے مل رہا ہے مجھے ہر طرح سہارا
یہی درد زندگی ہے یہی موج ہے کنارا

تجھے کس طرح سے پاؤں بڑی دور ہے کنارا
مری زندگی اک آنسو تری زندگی ستارا

مرے عشق کا سفینہ ہے عجیب کشمکش میں
کبھی چھٹ گیا کنارا کبھی مل گیا کنارا

مجھے وہ جگہ بتا دو جہاں سر جھکا سکوں میں

مجھے وہ نظر بتا دو جو سمجھ سکے اشارا
تری آرزو نے کھویا مجھے کر کے تیرا جویا
تری یاد نے ڈبویا ترے غم نے پار اُتارا
ابھی تک وہی تپش ہے ابھی تک وہی خلش ہے
ابھی تک سلگ رہا ہے وہی عشق کا شرارہ
ترا ذکر میرا ایماں، تری فکر دین میرا
تری یاد میرا عالم ترا غم مرا سہارا

انھیں پا کے بھی چین حاصل نہیں ہے
مصیبت ہے پہلو میں یہ دل نہیں ہے
ہے دشوار تر سجدۂ شوق کرنا
جبیں کہہ رہی ہے کہ مشکل نہیں ہے

کریں کیا یہ دیوانگانِ محبت
سبھی کچھ ہے حاصل مگر دل نہیں ہے
مجھے دیکھ کر مسکرا دینے والے
تمنا کا میریؔ حاصل نہیں ہے
نشیب و فرازِ الم کیا بتاؤں
وہ طوفاں نہیں ہے یہ ساحل نہیں ہے
ابھی تو نہ آئیں گے وہ بن بُلائے
ابھی جذبۂ شوق کامل نہیں ہے
ذرا دیکھ لیں کاسہ در دست مجھ کو!
جو کہتے ہیں بہزادؔ سائل نہیں ہے

وہ مقام آخرش آ گیا کہ ثبات ہوش میں ہم نہیں
جو کوئی ملے تو خوشی نہیں جو کوئی چھٹے تو الم نہیں

تری چشم مست سے کام ہے تری چشم مست ہی جام ہے
ہمیں ربط کچھ خم و بادہ سے ترے میکدے کی قسم نہیں

ترا ذکر ہے ترا حال ہے غم زندگی کا مآل ہے
مری داستانِ حیات میں کہیں ذکر دیر و حرم نہیں

غم بندگی کا معاملہ میری خود سمجھ میں نہ آ سکا
میرے دردِ دل کی نہ پوچھئے کبھی کم ہوا اور کبھی کم نہیں

ترا در ہے حاصلِ بندگی، ترا در ہے مقصدِ زندگی
کسی اور در سے کوئی غرض ترے آستاں کی قسم نہیں

میرے لب ہوں کیوں گلہ آشنا مرے دل میں کیوں اٹھے درد سا
کہ تری جفا تو جفا نہیں، کہ ترا ستم تو ستم نہیں

میں بھٹک رہا ہوں جو راہ میں نہیں مل رہا ہے جو راستہ
میری رہروی کو بھی غم نہیں میرے راہبر کو بھی غم نہیں

بھلا قدرِ نگاہِ نازِ جاناں کون سمجھے گا
اسی کو باعثِ تسکینِ ایماں کون سمجھے گا

بہت سے ہیں یہاں پر خونِ حسرت دیکھنے والے
مرے دل کو چراغِ راہِ عرفاں کون سمجھیگا

یہی دو چار ہیں جن کو محبت نے نوازا ہے
جفائے دوست کو دنیا میں احساں کون سمجھیگا

یہاں خواب سبک کے دیکھنے والے ہی بستے ہیں
جہاں میں معنئِ خوابِ پریشاں کون سمجھیگا

بہار آتے ہی اے دستِ جنوں تو نے غضب ڈھایا
کہیں پرزے ہی پرزے ان کو داماں کون سمجھیگا

جو میرے دل سے کھنچکر آنکھ تک آیا ہی اک آنسو
خدا جانے کہ اس قطرہ کو طوفاں کون سمجھیگا

بجز ساقی کے اے بہزاد ناواقف ہی کل عالم
میرے اشکوں کو بھی مستی کا عنواں کون سمجھیگا

اب اور کیا طلب کریں اپنی زباں سے ہم
سب کچھ تو پا چکے ہیں ترے آستاں سے ہم

گھبرا کے کہہ دیا مجھے انتظار نے !
اب تک نہ کہہ سکے تھے جو اپنی زباں سے ہم

بے دل سے بے خیال سے بے اعتبار سے
کھیلا کیے فضائے بہار و خزاں سے ہم

آغازِ عشق یہ ہے کہ انجام شوق ہے
کچھ بدگماں سے وہ ہیں تو کچھ بدگماں سے ہم

صد شکر پھر قفس میں بہلنے لگا ہے دل
مانوس ہو چلے ہیں غمِ آشیاں سے ہم

روداد زندگی میں جو ہے ذکرِ بیخودی
یہ وہ جگہ ہے بھول گئے ہیں جہاں سے ہم

بہزاد ذوق و شوق کے قربان جائیے
لپٹے ہوئے ہیں دامنِ پیرِ مغاں سے ہم

اِن نگاہوں کو ادھر آنے تو دو

کچھ پیام تازہ تر آنے تو دو

لوگ آئیں گے تو چپ لگ جائیگی

کہہ نہ پاؤں گا مگر آنے تو دو

اے میری آہو! لبوں تک ہی ہو

آ رہا ہے بے خبر آنے تو دو

ڈبڈباتے کیوں ہو چشمِ شوق میں

آنسوؤ وہ رُخ نظر آنے تو دو

دمبدم سجدے کرونگا کیف میں

رہبرو وہ سنگِ در آنے تو دو

خود چلے آئیں گے دل تھامے ہوئے

آہ میں رنگِ اثر آنے تو دو

دیکھنا بہزاد پھر لطف و کرم

یار کے قدموں پہ سر آنے تو دو

پھڑکنے دے رہا ہے گر پھڑکتا ہے مچلتا ہے

سمجھ رکھا ہے ظالم نے پھنسا دل کب نکلتا ہے

مرے قلبِ پُر ارماں کا عجب عالم ہے اے ہمدم

نہ ٹھہرائے ٹھہرتا ہے نہ بہلائے بہلتا ہے

ہمیں کیا ہے کہ ہم تو رنگِ عالم سے گذر آئے

سُنا ہے آجکل پہروں کوئی ہاتھوں کو ملتا ہے

تری برقِ تجلی کی کرم باری نہیں جاتی
کہ اب بھی ہوش اُڑتے ہیں کہ اب بھی طور جلتا ہے

میں پہروں دیکھتا ہوں انکو اور اس قلبِ مضطر کو
وہ جب اُٹھتے ہیں یہ کمبخت بھی کروٹ بدلتا ہے

کسی عالم کسی عنواں نہیں تسکینِ دل ہوتی
کسی صورت کسی انداز کب یہ دل بہلتا ہے

سنا ہے اداب سونی پڑی ہے بزمِ جاناں بھی
نہ اب شمعیں ہی جلتی ہیں نہ اب پروانہ جلتا ہے

جس راز کو دنیا جانتی ہے دنیا سے چھپاتا رہتا ہوں
وہ ہوتے ہیں ہر سو جلوہ نما میں آنکھ بچاتا رہتا ہوں

تم مجھ سے نہ پوچھو حال مرا میں اشک بہاتا رہتا ہوں
جو آگ نہیں بجھ سکتی ہے وہ آگ بجھاتا رہتا ہوں

حال اُنکا مجھے معلوم نہیں کچھ اور میرا مفہوم نہیں
اکثر یہ نظر سے گذرا ہے نظروں میں سماتا رہتا ہوں

اس ذوقِ تجسس کے قرباں عالم سے جدا ہے راہروی
ہر گام یہ اپنے رہبر کو اک راہ بتاتا رہتا ہوں

یہ رازِ دنیازِ میخانہ کیا سمجھے گا کوئی دیوانہ
وہ مجھ کو پلاتے رہتے ہیں میں اُنکو پلاتا رہتا ہوں

وہ ہنستے ہیں میں روتا ہوں ہے عشق میں یہ کیسا عالم
وہ آگ لگاتے رہتے ہیں میں آگ بجھاتا رہتا ہوں

الفت کی کہانی دنیا میں بہزادؔ کوئی سنتا ہی نہیں
خود اپنے ہی دل کو اپنا ہی افسانہ سناتا رہتا ہوں

حرم میں دیر میں کیوں بے حقیقت چارسو ہوتی
جواں قدموں پہ جھک جاتی جبیں تو آبرو ہوتی

ادب ناآشنا گر یہ زبانِ آرزو ہوتی
تو پھر باتیں ہی باتیں گفتگو ہی گفتگو ہوتی

اگر اسکی خبر ہوتی ہمیں ہم ہیں زمانے میں
تو ہم کیوں جستجو کرتے ہماری جستجو ہوتی

محبت اے محبت یہ عنایت انکی ہو ورنہ
نہ دل ہوتا نہ غم ہوتا نہ ہم ہوتے نہ تو ہوتی

اگر ہم پائے ساقی پر نہ کرتے سجدۂ مستی
تو یہ مستی ہماری حاصلِ جام و سبو ہوتی

اگر میں کام لے لیتا ذرا زورِ تصور سے
تو وہ صورت وہ جلوہ وہ تجلی روبرو ہوتی

کسی کی چشمِ نازک گر اشارہ خود نہ فرماتی
تو کیوں بہزادِ مضطر کو مجالِ آرزو ہوتی

میرے چمن میں غموں کی بہار کیوں نہ رہی
عجیب شے تھی شبِ انتظار کیوں نہ رہی

جھکی جھکی نظر آتی ہے چشمِ جلوہ طلب
نظر کو حسرتِ دیدارِ یار کیوں نہ رہی

ہیں ماند ماند سے تارے بھی اور ذرے بھی
وہ دلفریبیٔ لیل و نہار کیوں نہ رہی

لہو کا نام بھی اشکوں میں اب نہیں باقی
وہ دل کشیٔ دلِ داغدار کیوں نہ رہی

نہ لب پہ نعرۂ مستانہ ہے نہ نالۂ شوق
وہ مستیٔ دلِ دیوانہ وار کیوں نہ رہی

کہاں گیا مرا ذوقِ سجود و شوقِ طلب
وہ بندگیٔ در و بامِ یار کیوں نہ رہی

سکوں ملا ہے تو بہزاد سوچتا ہوں میں
وہ مجھ پہ رحمتِ پروردگار کیوں نہ رہی

مجھے یہ بتاؤ کہاں تم نہیں ہو
وہاں کچھ نہیں ہے جہاں تم نہیں ہو

تباہی پہ اپنی تمہارا گلہ کیا
زمیں تم نہیں آسماں تم نہیں ہو

تمہیں کہہ کے پردہ نشیں کیوں پکاروں
عیاں ہی عیاں ہو نہاں تم نہیں ہو

محبت کے قصے میں ہیں گُل بلائیں
پریشانِ وہم و گماں تم نہیں ہو

سُنو یہ مقدر کا سارا کرم ہے
میرے حال پر مہرباں تم نہیں ہو

نگاہِ بصیرت سے یہ رمز پوچھو
کہاں میں نہیں ہوں کہاں تم نہیں ہو

ہے بہزاد ہی کے مقدر میں رونا
ہو وہ نوحہ خواں تم نہیں ہو

آشنا بنکر کوئی نا آشنا ہونے لگا
اس طرح پورا مقدر کا لکھا ہونے لگا

میری مستی نے اُلٹ دی کیوں بساطِ میکدہ
اے میرے ساقی یہ میخانے میں کیا ہونے لگا

ایک وہ جلوہ جو نظروں میں بسا اور رہ گیا
ایک وہ جلوہ جو نظروں سے جدا ہونے لگا

بڑھتے بڑھتے آستانِ یار تک پہنچی جبیں
گھٹتے گھٹتے پھر سجودِ نقشِ پا ہونے لگا

ایک وہ دن تھا کہ پنہاں تھا جمالِ روئے دوست
ایک یہ دن ہے کہ نظروں سے گلہ ہونے لگا

آخرش رہتا کہاں تک شامِ عشرت کا فریب
صبح کا تارا حقیقت آشنا ہونے لگا

پھر نگاہِ ناز اے بہزاد اٹھی میری طرف
پھر نگاہِ شوق کو کچھ حوصلہ ہونے لگا

میری زباں خموش ہے نغمۂ غم سنائے کون
سارا جہاں ہے منتظر وجد میں اسکو لائے کون

جسکو مرا خیال ہو دیکھے شمعِ بزم کو
کہنے سے فائدہ ہی کیا رازِ دلی بتائے کون

اب وہ کہاں ہے نازِ حسن اب ہے کہاں نیازِ عشق
کون بہائے اشکِ غم دیکھ کے مسکرائے کون

عشق کو آزما چکے صاحبِ عقل و ہوش و دل
حُسن عجیب چیز ہے حسن کو آزمائے کون

سُن کے میری تباہیاں پُرسشِ حال کِسنے کی
کس نے بھری اِک آہِ غم کس نے کہا کہ ہائے کون

دورِ نیاز و ناز ہے عالم سوز و ساز ہے
جلوہ تو خود ہی آئیگا اپنی نظر اُٹھائے کون

کون مراد مند ہے، آج ہوا بھی بند ہے
کون چلے چمن چمن غنچہ بغنچہ جائے کون

ترے ملال سے وہ راہ و رسم کیوں نہ رہی
لبوں پہ آہ وہ پہلی سی آہ کیوں نہ رہی ؟

ترے ستم سے بڑا مطمئن تھا قلبِ حزیں
وہ لذتِ کرم گاہ گاہ کیوں نہ رہی

جسے بھی دیکھئے اِک زیرِ لب تبسم ہے
مرے غموں کی یہ دنیا گواہ کیوں نہ رہی

یہ کس نے آکے الٹ دی بساطِ درد و الم
یہ زندگی میری آخر تباہ کیوں نہ رہی

سجود عشق سجود وفا سجود خیال
یہ زندگی بھی بہ نامِ گناہ کیوں نہ رہی

ہزار بار تو آئے تھے وجد میں کونین
جو جان نغمہ تھی لب پر وہ آہ کیوں نہ رہی

یہ کیسا نورِ مسرت چمک اٹھا بہزاد
غضب ہوا تری دنیا تباہ کیوں نہ رہی

بیباک نگاہی کیا کرتے غیرت کو گوارا ہو نہ سکا
جلوے تو کسی کے ہر سو تھے ہم سے ہی نظارا ہو نہ سکا

جیتے بھی تو ہم کیونکر جیتے جینے کا سہارا ہو نہ سکا
چھپ چھپ کے بھی ان سے مل لینا قسمت کو گوارا ہو نہ سکا

جو اشک بہے تھے فرقت میں کونین پہ بھاری ہو کے بہے
اک اشک بھی شبنم بن نہ سکا اک اشک بھی تارا ہو نہ سکا

حیراں ہوں کہ یہ کیا بات ہوئی ساحل سے لگی آ کر کشتی
موجیں بھی ہماری ہو نہ سکیں طوفاں بھی ہمارا ہو نہ سکا

تقدیر نے بخشا تھا وہ غم جس سے ہوا غارت خود کا بھرم
آنکھوں سے گرے وہ اشکِ الم جب ضبط کا یارا ہو نہ سکا

یہ آج فضا خاموش ہے کیوں ہر ذرہ کو آخر ہوش ہے کیوں
یا تم ہی کسی کے ہو نہ سکے، یا کوئی تمہارا ہو نہ سکا

بہزاد حزیں ہے سجدہ کناں مجبورِ وفائے قلب تپاں
دنیا سے کنارا کر تو لیا اس در سے کنارا کر نہ سکا

چارہ سازوں سے غم نہ کم ہوگا
آپ آجائیں تو کرم ہوگا

تو ستم کر تیرے ستم کے نثار
ضبط کا حوصلہ نہ کم ہوگا

میں نے پہروں دعائیں مانگی ہیں
دردِ دل کا کبھی نہ کم ہوگا

تیرے در تیرے آستاں کے سوا
اور یہ سر کہیں نہ خم ہوگا

میری رسوائیوں کا خوف نہ کر
نام تیرا تیری قسم ہوگا

ہم بنے ہیں وفائیں کرنے کو
تو ستم کر تیرا کرم ہوگا

ہوگا بہزاد میرے شعر میں کیا
بس مرا ماجرائے غم ہوگا

تیری نظروں میں محبت کا ہی طوفاں ساقی
تجھ پہ صدقے میری دنیا میرا ایماں ساقی
پے بہ پے جام جو کرتا ہے عطا رندوں کو
لطف پہ لطف ہے احساں پہ ہے احساں ساقی
تجھ کو کیا دیکھ لیا صبحِ تجلی دیکھی!
دل کے عالم کا ہے اللہ نگہباں ساقی

اب تو یہ حال ہے اک سادہ ورق ہو جیسے
کوئی حسرت ہے نہ خواہش ہے نہ ارماں ساقی

جام اُٹھاتا ہوں تو مے ملتی ہے لبریز مجھے
اپنے عالم نے کیا ہے مجھے حیراں ساقی

اور رندوں کو عطا کر مے و صہبا و سبو
مجھ کو کافی ہے ترا گوشۂ داماں ساقی

اسطرف بھی تو کبھی ہو تری کافر نظری
آج بہزاد کو بھی کر دے مسلماں ساقی

مجھ کو تری تلاش تھی اپنا مگر نشاں ملا
دشت کو جا رہا تھا میں راہ میں گلستاں ملا

مست ہے دور بندگی جھوم رہی ہے زندگی
اک ترا در یہ کیا ملا کعبۂ دو جہاں ملا

راہِ طلب میں کھو گیا میں تو یہ حال دیکھکر
تو ہی تھا میر کارواں جو کوئی کارواں ملا

تجھ کو بھی پا لیا تو کیا، درد بھی جا لیا تو کیا
کہتے ہیں سب جسے سکوں مجھ کو مگر کہاں ملا

مائل کفر ہو کے بھی بچ نہ سکی جبینِ شوق
پھر وہی سنگِ در ملا پھر وہی آستاں ملا

خوب ہے انتظامِ شوق ایک نہیں مقامِ شوق
راز سے بیخبر ملا جو کوئی رازداں ملا !

راہبروں سے چل سکا کام نہ راہِ شوق میں
سمجھے تھے جسکو راہزن اک وہی مہرباں ملا

مری انجمن میں آ جا یہی تیری انجمن ہے
نہ تو ہر روش روش ہے نہ تو ہر چمن چمن ہے
یہ جو ہیں تری ادائیں یہی جو تیری پھبن ہے
یہی صبحِ انجمن ہے یہی شامِ انجمن ہے
میرا درد بڑھ گیا ہے یہ جو اشک آ گئے ہیں
یہ جو آہ گھٹ گئی ہے میرے غم کا بانکپن ہے
ایک عجیب سی خلش ہے میرے دونوں پہلوؤں میں
کبھی اسطرف جلن ہے کبھی اسطرف جلن ہے

اسے کفر و دیں مطلب اسکو کیا غرض کسی سے
ترا بیخودِ محبت تری یاد میں مگن ہے
یہی داغِ دل ہمارا یہی آتشِ گوارا
یہی برگ بے شجر ہے یہی پھول بے چمن ہے
میرے شعر سننے والے ذرا یہ خیال رکھیں
کہ بیاں پس بیاں ہے کہ سخن پس سخن ہے

میکدے میں مجھ تک آخر دورِ جام آ ہی گیا
میرا رنگِ بے نیازی میرے کام آ ہی گیا
جذبۂ بے اختیارِ شوق تجھکو کیا کہوں؟
میرے لب پر بے ارادہ ان کا نام آ ہی گیا

آستانِ یار کے قربان مرادِ وردِ حیات

جس جگہ کھونا ہے مجھ کو وہ مقام آہی گیا

اِک مرے آتے ہی میخانے میں ساقی کہہ اٹھا

بے نیازِ ساغر و مینا و جام آہی گیا

خشک دامانی کا شکوہ کر رہی تھی زندگی

ایک تارا ٹوٹ کر بالائے بام آہی گیا

اک تصور کی بدولت اسطرح ہوں مطمئن

جیسے میرے پاس وہ محشر خرام آہی گیا

اب تو اے بہزاد خود ان کے پیام آنے لگے

میرا جذبِ شوق آخر میرے کام آہی گیا

لو مبارک وقت شام آنے لگا

دل کو کیفِ ناتمام آنے لگا

توبہ جب سے میں نے کرلی میکشو

خود میری جانب کو جام آنے لگا

اُنکے لب پہ یہ حقیقت ہے کہ خواب

میرا قصہ میرا نام آنے لگا

آنکھوں آنکھوں میں ہوئی کل داستاں

نظروں نظروں میں پیام آنے لگا

پھر اُٹھا ابرِ سیہ مستانہ وار

پھر کوئی بادہ بہ جام آنے لگا

کس سے امید وفا رکھوں بھلا
بے بسی میں کون کام آنے لگا

اب چلو بہزاد پھر سوئے وطن
خط میں لکھ لکھ کر سلام آنے لگا

دیر بہ دیر کو بکو سجدہ کناں گذر گیا
عشق بصد نیازِ شوق پا کے اماں گذر گیا

جنبشِ چشمِ نازِ دوست کر گئی طرفہ انقلاب
فصلِ بہار آگئی دورِ خزاں گذر گیا

جام رہا یونہی دھرا ہوش ہی مجھ کو کب رہا
ہو کے جو میرے پاس سے پیرِ مغاں گذر گیا

منزلِ سوز و ساز سے حدِّ وفا طراز سے
رہنِ یقیں نہ جا سکا وقفِ گماں گذر گیا

اپنے جہانِ ناز میں تو اسے گرمِ شوق رکھ
پھر اسے کون پائے گا عشق جہاں گذر گیا

اب ہے کہاں وہ بے حجاب چہرے پہ آ چکی نقاب
کون پڑھے نمازِ عشق وقتِ اذاں گذر گیا

ڈال کے مجھ پہ اک نگاہ دیکھ کے عشق میں تباہ
اس کے نثار جائیے نغمہ کناں گذر گیا

بے خبر کو میرے عالم کی خبر ہو تو گئی
ظلمتِ شامِ الم ڈھل کے سحر ہو تو گئی

سن رہا ہوں کہ وہ آتے ہیں کلیجہ تھامے

آہ شرمندۂ تاثیر و اثر ہو تو گئی

دل کا یہ حال ہے جیسے کہ اُسے ہوش نہیں

اس طرف یار کی در دیدہ نظر ہو تو گئی

ایک طوفاں ہو کہ اُمڈا سا چلا آتا ہے

غم کی تکمیل میرے دیدۂ تر ہو تو گئی

اسکا کیوں رنج کریں غم میں کٹی عمر اپنی

دل نے جس حال میں چاہا تھا بسر ہو تو گئی

اب تو حسرت ہی نہ ارماں ہی نہ امید نہ یاس

ہستیٔ قلبِ حزیں زیر و زبر ہو تو گئی

بے بلائے چلے آئے وہ مری بالیں پہ

دیکھ بہزاد مری شام سحر ہو تو گئی

اسکا بندہ ہوں جسے قبلہ نما کہتے ہیں!

جسکو الفاظِ محبت میں خدا کہتے ہیں

جسکے ہر رنگ میں اندازِ مسیحائی ہے

جسکے ہر طرز کو عالم کی دوا کہتے ہیں

ہر نظر جس کی مداوائے غم و درد و الم

جس کی ہر بات کو اعجاز نما کہتے ہیں

جسکے میخانے کا ہر جام ہے مستی بر لب

وہ وہ ساقی ہے جسے ہوش ربا کہتے ہیں

جسکے قدمونپہ تصدق میرا سر میری جبیں

جسکے در کو درِ تکمیلِ وفا کہتے ہیں

جس کی ہر بات حقیقت ہی حقیقت کی قسم

جس کے ہر طور کو ہم شانِ خدا کہتے ہیں

راز کی بات بتا دوں کہ بڑا راز ہے یہ

اسکو بہزاد عزیزؔ[1] دوسرا کہتے ہیں

دن ڈھلا ڈھل کے وقت شام آیا

بیقراری کا پھر سلام آیا

جب کسی نے کوئی سوال کیا

لب پہ گھبرا کے اُن کا نام آیا

---

[1] میرے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد تقی صاحب عرف عزیز میاں صاحب قبلہ بریلوی

سب کو ساقی نے کر دیا سیراب

ہائے مجھ تک نہ کوئی جام آیا

دل کی ہستی تباہ ہو کے رہی

عشق کا نام میرے کام آیا

مٹ گئی بیقراریٔ شبِ غم

صبح بنکر کسی کا نام آیا

مظہرِ دردِ مدعا بہزاد

درِ مرشد سے شاد کام آیا

گیت

دور دیس کو جانیوالے موری سدھ نہ آئی
تو ہے موری سدھ نہ آئی

ساون اُترا بھادوں آیا ، چھائیں مست گھٹائیں
ننھی ننھی بُندیا برسیں ، سنکیں نرم ہوائیں
پتہ پتہ مست ہُوا اور کلی کلی اترائی
تو ہے موری سُدھ نہ آئی

جب جب بھی آئے ہیں ساجن ، روشن روشن راتیں
چاند سے میں نے نین ملا کر ، کہدیں من کی باتیں ،
چاند کے مکھ پر میرا عالم سُنکر زردی چھائی
تو ہے موری سدھ نہ آئی

دور دیس میں کون ہے ایسا، جس سے ہے من لاگا

میرے بھاگ تو سونے لاگے ، اس کا مقدر جاگا

پریت کا ناتہ توڑنے والے کا ہے کی چترائی

تو ہے موری سدھ نہ آئی

وہ بھی نہ سمجھے ہائے کہ جیا مورا جائے کل نہیں پائے

موری ماتھے کی بندیا گئی

موری راتوں کی نندیا گئی

یہ جیون نہ موہے سہائے

کہ جیا مورا جائے، کل نہیں پائے

موری نینن ماں مچلیں آنسو

موہے چین نہیں کسی پہلو

ارے چین نہیں موہے آئے

کہ جیا مورا جائے، کل نہیں پائے

موری نینوں نے نیر بہایا

پر ان کی سمجھ نہیں آیا

کون جاکر انہیں سمجھائے

کہ جیا مورا جائے ، کل نہیں پائے

میں کا کروں کیسے پیا کو اپناؤں

وہ نہیں سمجھیں ، وہ نہیں جانیں

وہ نہیں دیکھیں ، وہ نہیں مانیں

کیسے انھیں سمجھاؤں ، میں کا کروں

ان پر میں نے تن من وارا

اُن پر اپنا جیون وارا

اور ہے کا جو لٹاؤں

میں کا کروں کیسے پیا کو اپناؤں

اُن بن ہیں سونی برساتیں

دُکھ دیتی ہیں چاندنی راتیں

اچھا ہے مر جاؤں

میں کا کروں کیسے پیا کو اپناؤں

تم بن ہوں بیچین

ہائے سجنوا

تم بن ہوں بیچین

گاتے ہیں جب پنکھ پکھیرو

کوکتی ہے جب کوئل کو کو

روتے ہیں مورے نین

ہائے سجنوا

تم بن ہوں بیچین

چاند ستارے چمکے تو کیا

آئے ہوا کے جھونکے تو کیا

سونی ہے ہر رین !

ہائے سجنوا

تم بن ہوں بیچین

کوئی نہیں دُکھ سننے والا
کوئی نہیں سر دھننے والا

کس کو سناؤں بین
ہائے سجنوا
تم بن ہوں بے چین

کوئی نہ سمجھا کوئی نہ جانا

رات کو میں نے اشک بہائے
نکلی زباں سے میری ہائے
کہہ گیا میں ہر طرح فسانہ
کوئی نہ سمجھا کوئی نہ جانا

تھا میرا بھی عالم پریشاں
چاک تھا دامن چاک گریباں

کرتا تھا وحشت کا بہانا
کوئی نہ سمجھا کوئی نہ جانا

آگ لگی تھی میرے من میں
ایک خلا سا تھا جیون میں
غم کا تھا میں بہزاد نشانا
کوئی نہ سمجھا کوئی نہ جانا

کس نے سمجھ لیا مجھے، کون سمجھ سکا مجھے
گم ہوں کسی کی یاد میں اپنا نہیں پتا مجھے

کیوں ہیں یہ آہ و زاریاں کیوں ہیں یہ بیقراریاں
شام ہی عینِ صبح تھی صبح کو یہ کھلا مجھے

راہبروں سے چل سکا کام نہ راہِ عشق میں
جب ملا کوئی راہزن مل گیا راستہ مجھے

گھر کو خدا کے چھوڑ کر دیر کی سمت ہوں رواں
ہائے کدھر کو لے چلا دل کا معاملہ مجھے

عشق کا جو مآل ہے، وہ بھی عجیب حال ہے
یعنی خوشی کی روپ میں غم ہی نظر پڑا مجھے

تیرے قدم سے دور تھی میری جبینِ آرزو
تیری نگاہِ ناز نے دیدیا حوصلہ مجھے

حال جو ہو گیا زبوں ہونے لگا جو سرنگوں
ذرّے جہانِ عشق کے دینے لگے صدا مجھے

پہلو میں کچھ نہیں دلِ ناکام کیا ہوا
کیا جانے میرے ضبط کا انجام کیا ہوا

کیوں ماند سا ہے چاند ستارے ہیں کیوں اداس
میں بدنصیب تھا تجھے اے شام کیا ہوا

دل میں نہیں ہے داغِ تمنا کا کچھ نشاں
ساقی نے جو دیا تھا وہ انعام کیا ہوا

میں ہوں خطائے عشق کا مجرم خوشا نصیب
انعام مل رہا ہے یہ الزام کیسا ہوا

میں کھو گیا تو شب کی لطافت بھی کھو گئی
میرے خدا یہ آج سرِ شام کیا ہوا

اب ہم ہیں اور ہجر کی آفت نصیبیاں
وہ سلسلہ وہ نامہ و پیغام کیا ہوا

بہزاد دردِ عشق کے قربان جائیے
مشہور ہو گیا ہوں میں بدنام کیا ہوا

اسکا ہی ذکر ہر دم اسکی ہی گفتگو ہے
گم ہو کے رہ گیا ہوں یہ لطفِ جستجو ہے

اُس جا پہ کام کیا ہے آلامِ زندگی کا
جس جا پہ میں ہی میں ہوں جس جا پہ تو ہی تو ہے

ان بلبلوں کو دیکھو، ان کا فریب دیکھو
پھولوں کا ہی بہانہ کانٹوں کی آرزو ہے

اُس کی خبر خبر ہے، اسکا جگر جگر ہے
اُسکی نظر نظر ہے، جس کی نظر میں تو ہے

ہے بے نیازِ مستی مانا کہ ظرف میرا
اے بیخودی تو آ جا ساقی کی آرزو ہے

میری نمازِ الفت کا ڈھنگ ہے نرالا
اک سجدہ تیری جانب ہر سجدہ قبلہ رو ہے

بہزاد حال میرا کیسا رند پوچھتے ہیں
میں تو ہوں اس کا میکش جسکی نظر سبو ہے

رہا گو میری زباں تک مرا غم بھرا فسانہ

مگر اسکو کیا کروں میں کہ سنا گیا زمانہ

میرا کعبۂ محبت ہے ترا ہی آستانہ

تری رہگزر میں گُم ہے مرا جذبِ عارفانہ

میرے ذوق کی کہانی مری شوق کا فسانہ

یہ درودِ صبحگاہی یہ نمازِ پنجگانہ

نہ تو لب پہ کوئی نوحہ نہ زباں پہ ہی ترانہ

میرا عالمِ محبت نہ سمجھ سکا زمانہ

یہ صدائے بے صدائی یہ زبانِ بے زبانی

کبھی بن گئی خموشی کبھی کہہ گئی فسانہ

یہ فضا ہی آج کیسی کہ ہے چار سو اُداسی

یہ بدل گیا ہوں میں ہی کہ بدل گیا زمانہ

رہے تا ابد سلامت رہے تا بحشر آمیں

مرا رنگِ بے نوائی تری شانِ خسروانہ

یہ کون آ رہا ہے اِدھر مُسکراتا

جہانِ تمنا میں ہلچل مچاتا

نگاہوں میں مستی قدم بہکے بہکے

چراغِ محبت جلاتا بجھاتا

حجابوں میں ڈوبی ہوئی بیحجابی

میری زندگی کو تماشا بناتا

نگاہیں پیامی ادائیں سلامی
دو عالم کا منظر نظر کو دکھاتا

مبارک ہو میری جبینِ وفا کو
ہر اک گام پہ ایک کعبہ بناتا

فضا سے برسنے لگی ہیں بہاریں
گلوں کو طریقِ تبسم سکھاتا

دو عالم کو سیراب کر دینے والا
شرابِ محبت پلاتا بہاتا

کبھی مہرِ کامل کبھی قہرِ کامل
کبھی رُخ دکھاتا کبھی رُخ چھپاتا

شبابِ مکمل نگارِ سراپا

نگاہوں سے بچتا فضاؤں پہ چھاتا

بہ ایں زلفِ مشکیں بہ ایں روئے انور
نگاہوں کی بیچینیوں کو لبھاتا

نگاہیں جھکائے دو عالم پہ چھائے
کبھی مجھ کو کھوتا کبھی مجھ کو پاتا

وہ رفتار جیسے کہ بادِ بہاری
بناتا مٹاتا، مٹاتا بناتا

فضائیں معطر ہوئی جا رہی ہیں
ہواؤں کو بھی نکہتوں سے بساتا

بہر طور کامل بہر رنگ قاتل
جسے قتل کرتا اسی کو جلاتا

خبر ہی نہیں مجھ کو بہزاد اپنی
یہ کون آ گیا ہوش میرے اڑاتا

یہ ہے جانِ بہار کا عالم — جیسے گُل کے نکھار کا عالم
جیسے چھلکے ہوئے ہوں پیمانے — یاد ہے چشمِ یار کا عالم
دیکھنے والے خاک دیکھیں گے — اس دلِ بیقرار کا عالم
بند ہوتی نہیں ہے چشمِ شوق — اب یہ ہے انتظار کا عالم
لبِ خاموش ہیں نوحہ کناں — وہ خزاں یہ بہار کا عالم
پھول نے کھلکھلا کے دکھلایا — لبِ رنگینِ یار کا عالم

ہم تو بہزاد کھو گئے یکسر
کیسا پیارا ہے پیار کا عالم

نہ وصل ہے نہ فرقت ہے جہاں تم ہو جہاں میں ہوں
محبت ہی محبت ہے جہاں تم ہو جہاں میں ہوں

بھلا سمجھے گی کیا دنیا نیاز و ناز کا عالم
عبادت ہی عبادت ہے جہاں تم ہو جہاں میں ہوں

فضا خاموش ہے ساکت ہوا ہے ہو کا عالم ہے
فغاں بھی اک مصیبت ہے جہاں تم ہو جہاں میں ہوں

بہت مشکل ہے سودا جنسِ بازارِ محبت کا
محبت دل کی قیمت ہے جہاں تم ہو جہاں میں ہوں

لطافت بار ہے اس جا نزاکت ہے گراں اس جا
وہاں اک دم غنیمت ہے جہاں تم ہو جہاں میں ہوں

وہاں اک بیخودی کا دور ہے اور دور بھی کامل
مسرت ہے نہ کلفت ہے جہاں تم ہو جہاں ہم ہوں
نہ وصل و ہجر کے جھگڑے نہ ذوق و شوق کا عالم
کسے کس کی ضرورت ہے جہاں تم ہو جہاں ہم ہوں

گھٹا پھر سرِ میکدہ آ کے چھائی
دہائی دہائی، دہائی دہائی
غموں سے جو گھبرا کے کھینچی دہائی
چمن مسکرایا کلی مسکرائی
مبارک رہے مجھ کو ہر دم تڑپنا
سلامت رہو تم نظر کیوں پھرائی

کسی دن تو سُن لو ہمارا افسانہ
یہ اچھی نہیں روز کی کج ادائی
وہی میرا عالم وہی تیرا عالم
وہی ہیں فضائیں وہی ہے خدائی
خیالات اُلجھے، قدم ڈگمگائے
کہیں راستے میں جو منزل نہ آئی
زمانے سے بیگانہ دل ہو رہا ہے
یہ کس بُت نے لوٹی خدا کی خدائی
یہ کون آگیا ہم پہ بیداد کرنے
یہ کس نے ہماری وفا آزمائی
تڑپنا ہی بہزاد قسمت میں لکھا ※ محبت نے لوٹی سکوں کی خدائی

اِک ستمگر کو پیار کون کرے
زیست کو بیقرار کون کرے

جب کہ سنتا نہیں کوئی فریاد
پھر فغاں بار بار کون کرے

غم سہے کون اسکی فرقت میں
جبر کو اختیار کون کرے

کیا خبر یہ بھی پھیر لے آنکھیں
درد کا اعتبار کون کرے

کہیں عادت نہ دلکو ہو جائے
آپ کا انتظار کون کرے

سننے والا ہی جب نہیں کوئی
ذکرِ صبحِ بہار کون کرے

جنکو ساقی نے کر دیا بیخود
اب اُنھیں ہوشیار کون کرے

اب کسے اپنی جان دو بھر ہے
حُسن والوں کو پیار کون کرے

ہم تو اپنے میں کھو گئے بہزاد
سجدہ اِک سمتِ یار کون کرے

کیا خبر تھی کسی کافر سے محبت ہوگی
کفر کی بھی مرے ایماں کو ضرورت ہوگی

راہزن نے مجھے ٹھیرا کے یہ رستے میں کہا
راہ ایسی ہے کہ رہبر کی نہ حاجت ہوگی

بے پیے مست ہوں میخانے کا ہے مجھ سے بھرم
میں جو پی لوں گا تو ساقی کو ندامت ہوگی

آجکل صحنِ گلستاں میں ہے جس بات کی دھوم
میرا عالم مری مستی، مری وحشت ہوگی

شوقِ دیدار مری تابِ نظر لائیگا کون
آنکھ اُٹھاؤں گا تو جلووں کو ندامت ہوگی

میں نے گھبرا کے اگر کام تصور سے لیا
شامِ غم میں ہی عیاں صبحِ مسرت ہوگی

کہدو خوشیوں سے کہ بہزاد مجھے کردو معاف
میں سمجھتا ہوں مجھے غم سے نہ فرصت ہوگی

عالمِ قلبِ ناتواں نہ سُنو
نہ سُنو غم کی داستاں نہ سُنو

تم کرم کے عوض کروگے ستم
حالِ دل بن کے مہرباں نہ سُنو

راہِ دشوارِ عشق ارے توبہ
لُٹ گیا دل کا کارواں نہ سُنو

دلِ نازک کو ٹھیس پہنچے گی
میرے نالے مری فغاں نہ سُنو

کر دیا سیر جتنے میکش تھے
عالمِ پیرِ میکشاں نہ سنو

حالِ شامِ الم تو سن ہی لیا
صبح آئی کہاں کہاں نہ سنو

بس سمجھ لو وہیں ہے وہ موجود
اُس کی آواز تم جہاں نہ سنو

بجلیوں کی چمک پہ غور کرو
ذکر بربادِ آشیاں نہ سنو

دیر سے منتظر تو ہو لیکن
حالِ بہزادِ نیم جاں نہ سنو

تو نظر کے سامنے ہے تیری دید ہو رہی ہے
مجھے تو نوید دیدے میری عید ہو رہی ہے

تجھے خود بھی یہ باخبر ہے تیرا حسن مستتر ہے
تجھے کون دیکھتا ہے کسے دید ہو رہی ہے؟

غمِ عاشقی کے مارے بھی عجیب ہیں بچارے
کبھی غم منا رہے ہیں کبھی عید ہو رہی ہے

میرے ذوقِ سجدہ کو بھی غمِ بے بسی نے مارا
وہ جو آرزو جواں تھی وہ شہید ہو رہی ہے

گہ نشانِ بے نشاں ہوں گہ زبانِ بے زباں ہوں
تیری یاد میں جہاں ہوں میری عید ہو رہی ہے

نہ نظر میں تاب باقی، نہ نگہ میں آب باقی

یہاں جاں پہ بن رہی ہے وہاں یہ ہو رہی ہے

ہے لبوں پہ کچھ تبسم، کسی حال میں ہیں وہ گم

وہ سُنیں گے میرا عالم یہ امید ہو رہی ہے



زمیں کیا کرے آسماں کیا کرے

جو ہم غم میں ہیں آسماں کیا کرے

بتاؤ گلو! تم ہی کچھ رائے دو!!

خزاں آ گئی گلستاں کیا کرے

جو ہو ظرف میکش ہی نا استوار

کرمیِ پیرِ مغاں کیا کرے

زباں رکھ کے جب ہو زمانہ خموش

بتاؤ کوئی بے زباں کیا کرے

کہاں جائے امن و سکوں کو کوئی

کہاں تم نہیں ہو کہاں کیا کرے

ہیں گلشن کی قسمت میں تاراجیاں

نگاہِ غمِ باغباں کیا کرے

جو بہزاد خود راز ہو منکشف

بتاؤ تمہیں رازداں کیا کرے



وقفِ خوشی ہے سارا زمانہ

کون سُنے گا غم کا فسانہ

سارے جہاں میں دیکھ لیا ہی
کوئی نہیں ہی اپنا یگانہ
ہم سے بھی کم نکلیں گے جہاں میں
دلمیں ہیں شعلے لب پہ ترانہ
عشق معمہ۔ حسن معمہ
بحر نہ موجیں، دام نہ دانہ
ہائے کھُلے کیوں اب لب شکوہ
کس کا بھلا ہوتا ہے زمانہ
ساری فضا میں غم ہی غم ہے
چھیڑا ہے کس نے غم کا ترانہ
میں نے کہی بہزاد حقیقت ※ سب نے کہا یہ تو ہے فسانہ

پیشِ نگاہِ شوق وہ صورت ہے آجکل
دنیا مرے خیال کی جنت ہے آجکل
اک سنگِ در کو ہے مرے سجدوں کی آرزو
میرالنصیب ہی مری قسمت ہے آجکل
ایسا پھنسا ہوا ہوں فریبِ خیال میں
جیسے کہ ہر قدم مجھے راحت ہی آجکل
خوشیاں کچھ اسطرح سے عطا کیں کریم نے
کہنا پڑا کہ غم کی ضرورت ہے آجکل
اس چشمِ ناز میں بھی ہیں آنسو بھرے ہوئے
بدلا ہوا نظامِ محبت ہے آج کل

مری فغاں میں وہ شانِ کمالِ غم نہ رہی
خزاں کے روپ میں آنے لگے بہار کے دن

جبینِ شوق ذرا سجدہ ریزیاں دکھلا
مزہ تو جب ہو کہ پھر جائیں کوئے یار کے دن

نظر نہ آئیگا کچھ بھی سوائے حدِ نظر
نظر کی آبرو جائے گی دیدِ یار کے دن

زمانہ کچھ بھی کہے اسکو لیکن اے بہزاد
ہمیں تو خون رُلاتے رہے بہار کے دن

بے نشاں کا کوئی پتہ نہ ملا
ہم نے ڈھونڈھا ہمیں خدا نہ ملا

وہ چھا گئے ہیں کون و مکاں پر کچھ اسطرح
مجھ کو ہر ایک ذرہ سے الفت ہے آجکل

رفتارِ نازِ یار کے بہزاد میں نثار
جس سمت دیکھتا ہوں قیامت ہے آجکل

سکوں نصیب نہیں تھے، نہ تھے قرار کے دن
بڑے فریب میں گذرے مری بہار کے دن

کہاں یہ رات کے نالے کہاں یہ دن کی تڑپ
کہاں سکون کی راتیں کہاں قرار کے دن

کسی کا روئے منور ہے پیشِ چشم و نگاہ
بڑے مزے میں گذرتے ہیں انتظار کے دن

ایک تم ہی نہ ہمکو مل پائے
ورنہ ملنے کو ہم کو کیا نہ ملا

ہم نے سارا جہان ڈھونڈھ لیا
کوئی خوش کام مدعا نہ ملا

پر ہوا میرا دامنِ اُمید
تیرے صدقے میں مجھ کو کیا نہ ملا

میری کشتی کو مل گیا طوفاں
میری کشتی کو ناخدا نہ ملا

لیا رہزن سے رہبری کا کام
جب ہمیں کوئی رہنما نہ ملا

اُن کو بہزاد پالیا جس دم
مجھ کو اپنا کہیں پتہ نہ ملا

پا کے مدہوشِ تمنا مجھے دیکھا نہ کریں
میری نظریں میرے عالم کا تماشا نہ کریں

ہم نے الفت ہی کے ماروں کا یہ دیکھا انداز
دل نہ جھکتا ہو تو کعبے کو بھی سجدہ نہ کریں

مجھ کو رہبر سے کوئی کام نہ رہزن سے غرض
رہروی کا مری یہ لوگ تماشا نہ کریں

ہمکو غم کیا ملا کونین کی دولت پائی
اب کوئی ہمکو خوشی دے تو گوارا نہ کریں

میری رگ رگ کا یہ عالم ہے کہ جیسے دل ہو
آپ دیکھیں پر اس انداز سے دیکھا نہ کریں

چشمِ نازک سے بہاتے ہیں وہ کیوں اشکِ الم
اُن سے کہدو کہ حقیقت کو نہ افسانہ کریں
راز کی بات زمانے کو بتادو بہزاد
جو تمناؤں میں گُم ہیں وہ تمنا نہ کریں

تمہیں دل میں رکھا ہے اپنا سمجھ کر
غمِ زندگی کا سہارا سمجھ کر
بہت دن رہی چشمِ مشتاق حیران
ترے عکس کو تیرا جلوہ سمجھ کر
اسی سمت ہے جوش پر موجِ طوفاں
جدھر بڑھ رہا ہوں کنارا سمجھ کر

نگاہیں مری اے جمالِ سراپا
تجھے دیکھ لیتی ہیں اپنا سمجھ کر
بڑھانا پڑا مجھکو دستِ تمنا
نگاہِ کرم کا اشارا سمجھ کر
کہو کفر سے اپنا دامن بچائے
کہ ہمنے کیا ہے یہ سجدا سمجھ کر
یہی ہے درِ یار یا منزلِ دل
یہاں آئے بہزاد تم کیا سمجھ کر

بیٹھے بٹھائے ہائے یہ کیا ہو گیا مجھے
اپنا نہیں ہے ہوش نہ ان کا پتہ مجھے

عالم نہ کیوں نثار ہو میرے نصیب پر
قسمت سے مل گیا ہے غمِ لادوا مجھے

غم میں ہیں لاکھ لطف الم میں ہزار کیف
کیونکر کہوں کہ بھول گیا ہے خدا مجھے

مجھ کو یہ فکر ہے کہ یہ عالم نہ دور ہو
دنیا کو فکر ہے کہ یہ کیا ہو گیا مجھے

مشکل نہ تھیں فراق کی گھڑیاں گذارنا
اکثر ترے خیال نے گھبرا دیا مجھے

دنیا سے کچھ الگ ہے مری رہروی کا رنگ
ملتا ہے ہر قدم پہ تمہارا پتہ مجھے

بہزاد کیا کہے مری خودداریٔ حیات
مجبور کر رہا ہے لبِ مدعا مجھے

اب کس طرح ملیگا بھلا راستہ مجھے
منزل پہ لا کے بھول گیا رہنما مجھے

الزام دے رہا ہے یہ جذبِ وفا مجھے
کرنا نہ چاہیے تھا تمہارا گلہ مجھے

دنیا و دیں کا ہوش نہ اپنا پتہ مجھے
ساقی نے بھر کے جام میں کیا دیدیا مجھے

کعبے کی آرزو میں جھکی تھی جبینِ شوق
دینے لگا فریب ترا نقشِ پا مجھے

ہونے لگی جو قلب کو طوفاں کی آرزو
ساحل کی سمت لے کے چلا ناخدا مجھے

ترے پاس تک نہ پہنچا وہ کوئی بھی چال چلکر
جو چلا بہک بہک کر جو چلا سنبھل سنبھلکر

جہاں اشکِ نامرادی سرِ چشمِ شوق آیا
مرے غم کو داد دیدی مری حسرتوں نے چلکر

مری ایک بیخودی میں ہیں ہزار ہوش پنہاں
ترے پاس آرہا ہوں رخِ زندگی بدل کر

لیا دستِ باغباں نے نیا امتحان چمن کا
کبھی یہ کلی مسلکر کبھی وہ کلی مسلکر

یہ ہے کفر یا کہ ایماں یہ ہے جہل یا کہ عرفاں
تیری ذات آگئی ہے مری بندگی میں ڈھلکر

نہ تو کام آئے رہبر نہ تو راستے نہ منظر
وہیں میں نے کھائی ٹھوکر میں جہاں چلا سنبھلکر

نہ تو وصل میں ہوں رقصاں نہ فراق میں ہوں گریاں
مجھے کیا بنا دیا ہے مری زندگی بدلکر

اسی آرزو میں برسوں کبھی میں نے دن گذارے
کبھی مل گئی ہر منزل مجھے اک قدم ہی چلکر

جسے ہجر کی طلب ہے اسے نامراد رکھا
مرے لب پہ آرہی ہے وہ دعا مچل مچلکر

ترا غم رہے سلامت شبِ ہجر کاٹ لی ہے
کبھی آہ سرد بھر کر کبھی کروٹیں بدل کر

ارے جوش نامرادی ارے جذبِ نا امیدی
تجھے کیا ملیگا ظالم میری حسرتیں کچلکر

عجب عالم ہے میری زندگی کا
مسلسل دور ہے اک بے بسی کا

کہیں منزل نظر آتی نہیں ہے
نتیجہ مل رہا ہے رہروی کا

جدھر دیکھو اُدھر ناکامیاں ہیں
خدا حافظ ہماری زندگی کا

نگاہِ مہر کے قربان جاؤں!
مرے غم نے بھی دیکھا منہ خوشی کا

کسی در سے جبیں اُٹھتی نہیں ہے
مزا اب مل رہا ہے بندگی کا

دلِ حسرت زدہ خوں ہو چلا ہے
میرے غم کو بھی موقع ہی خوشی کا

کسی کو کیا غرض دیکھے جو بہزاد
کہ کس عالم میں ہے بندہ کسی کا

کیا خبر تھی تیرا ملنا بھی قیامت ڈھائیگا
روح کی بیچینیوں کو اور بھی تڑپائیگا

گونج اُٹھے گی چارسو میری نوائے عاشقی
زندگی کے ساز میں ہر نغمہ خود کھو جائیگا

پھر وہی میخانہ ہوگا پھر وہی مینائے تُند
میرے لب تک پھر وہی پیمانہ کھنچکر آئیگا

پھر میرے پائے طلب کو اور ہوگی جستجو
یعنی منزل پا کے منزل کا گماں کھو جائیگا

پھر جبینِ شوق ہوگی اور سنگ آستاں
پھر نیازِ بندگی طوفان بنکر چھائیگا

پھر مری آنکھوں میں مچلیں گے وہی اشکِ الم
جس کو پا کر میرا دامن گلستاں بنجائیگا

کیا خبر تھی ساتھ چھوڑیگا نہ ای بہزادؔ عشق
زندگی کا غم مجھے تا زندگی تڑپائے گا

وہ صورت جو دلمیں اُتر جائے گی
محبت کی دنیا سنوار جائے گی

کہانتک سہوں گا میں آلامِ غم
گذرتے گذرتے گذر جائے گی

مرے بعد کیا ہوگا تیرا مآل
مری بے بسی تو کدھر جائے گی

ذرا دل کو مانوسِ غم کر تو لوں
کلی جب کھلے گی بکھر جائے گی

کسی دن یہ آنسو بھی تھم جائیں گے
جو ندی چڑھی ہے اُتر جائے گی

ان آہوں کا کچھ اور مقصد نہیں
کسی بے خبر کو خبر جائے گی

حقیقی ہے بہزاد عالم میرا
مری آہ کیوں بے اثر جائے گی

عشق جب سے دل کو کیفِ بے اماں دینے لگا
سر کو لذت اور سنگِ آستاں دینے لگا

میں تو مانوس الم تھا اُف یہ مجھ کو کیا ہوا
اب تو میرا غم بھی مجھ کو تلخیاں دینے لگا

اس طرح محروم نالہ دیکھتے ہیں چشم دوست
جیسے کوئی بے زباں کو زباں دینے لگا

اللہ اللہ اُن کے آتے ہی قیامت آگئی
یعنی اک لمحہ حیاتِ جاوداں دینے لگا

رہبری میں میری قسمت کا کرشمہ دیکھئے
راہزن خود مجھ کو منزل کا نشاں دینے لگا

میکدے میں میرے ساقی کا کرم تو دیکھنا
جام کے بدلے مجھے بیتابیاں دینے لگا

میں گدا اسکا ہوں اے بہزاد جو دستِ کرم
بے طلب مجھ کو متاعِ دو جہاں دینے لگا

صبح ہوئی چلی نسیم صبح کا ماجرا نہ پوچھ
رات تو خیر کٹ گئی صبح کو کیا ہوا نہ پوچھ

رازِ جمالِ آفتاب ذرے سمجھ سکیں گے کیا
میں ہوں کہ تو ہے حسنِ دوست کون ہے خود نما نہ پوچھ

رہنے دے یونہی راز میں راز و نیازِ عاشقی
اپنا بھی ماجرا نہ کہہ میرا بھی ماجرا نہ پوچھ

میرا جہاں جہانِ یاس چہرہ مرا اُداس اُداس

عشق کی ابتدا یہ ہے عشق کی انتہا نہ پوچھ

دل تھا میرا بجھا بجھا سجدوں کا وہم بھی نہ تھا

کھنچ ہی گئی جبینِ شوق قوتِ نقشِ پا نہ پوچھ

تیرے خلاف شان ہیں اتنی کرم نمائیاں

حسرتِ ہر گدا نہ سن حسرتِ ہر گدا نہ پوچھ

عشق کا راز ایک ہے دونوں کا ساز ایک ہے

کسکو ملا ہے بت نہ پوچھ کس کو ملا خدا نہ پوچھ

ہے مختلف جہاں سے میری زندگی کا رنگ

یعنی کہ غم میں ڈوب گیا ہے خوشی کا رنگ

بادِ صبا سے کہدو کہ ہشیار ہو کے آئے

چھایا ہوا ہے صحن چمن پر کلی کا رنگ

اکثر میں سوچتا ہوں قیامت بپا نہ ہو

اُن پر اثر کرے نہ میری سادگی کا رنگ

اب تیرے در کو ہے مرے سجدوں کی آرزو

اے بندگی نواز یہ ہے بندگی کا رنگ

پیتا ہوں اور ہوش سے جاتا نہیں ہوں میں

ساقی کو ہے پسند مری میکشی کا رنگ

غنچوں نے تم سے سیکھی ہیں نازک ادائیاں

پھولوں نے لے لیا ہے تمہاری ہنسی کا رنگ

میری نگاہ شوق تڑپتی ہے بار بار

چھایا ہوا ہی کون و مکان پر کسی کا رنگ
بہزاد ہمکو خود بھی تو اس کی خبر نہیں
کس کی خوشی میں گم ہی ہماری خوشی کا رنگ

کبھی اشک پیہم کبھی بے خیالی کبھی تھام کر دلکو فریاد کرنا
کبھی لب پہ نالے کبھی لب پہ آہیں کبھی چپکے چپکے انھیں یاد کرنا
یہ راز ایک رہبر نے ہمکو بتایا، یہی رمز راہ طلب کا سجھایا
جو منزل ہوا سکو نہ منزل سمجھنا جو منزل نہ ہو اسکو آباد کرنا
کسی کا یہ عالم بھی دیکھا ہی ہمنے ہمارے لئے روز و شب بیقراری
کبھی کچھ تفکر کبھی کچھ تغیر، کبھی بھول جانا کبھی یاد کرنا

غنیمت ہوا خود سے وہ مسکرائے محبت نے بڑھ بڑھ کے جادو جگائے
دلِ مبتلا کیوں نہ قربان جائے انھیں آ گیا دل کو برباد کرنا
محبت نے اک طرز انکو سکھایا، مگر ایک عالم کو دو رنگ دیکر
اُسے یاد کرنا جسے بھول جانا اسے بھولجانا جسے یاد کرنا
مرے کفر پر میرے ذوق الم پر مری زندگی کو دلِ مبتلا کو
نہ تم مہربانہ نہ بیداد کرنا، نہ آباد کرنا نہ برباد کرنا
سجودِ محبت سجودِ اطاعت، سجودِ عقیدت سجودِ صداقت
کسی سنگِ در پر کسی آستاں پر جو کرنا تو یہ کام بہزاد کرنا

((※))

غم عاشقی دل کو پیارا بہت ہی
اسی غم کا مجھکو سہارا بہت ہی

رہی شوق دید اپنی حد سے نہ بڑھ تو
فقط اِک جھلک اِک نظارا بہت ہے

جو چاہے تو یہ دیں و دنیا بنا دے
محبت کا ادنی اشارا بہت ہے

بتاؤ تو ساقی سے کیوں جام مانگیں
ہمیں تو یہ عالم ہمارا بہت ہے

میں کیوں جاؤں سیرِ بہارِ چمن کو
تری انکھڑیوں کا نظارا بہت ہے

ہمارا ہی کیا موج طوفاں ہی ہم ہیں
وہ اچھے ہیں جن کو کنارا بہت ہے

خبر بھی ہے پردہ نشیں حسن تیرا

ہے پنہاں تو کم آشکارا بہت ہے

اُٹھائیگی سر اب میری بندگی کیا
حقیقت میں احساں تمہارا بہت ہے

ڈبویا تھا جس موج نے مجھ کو بہزاد
اسی موج نے پھر اُبھارا بہت ہے

سیر یہ ذوقِ عبادت ہو نہ ہو
کیا خبر سجدوں کی فرصت ہو نہ ہو

میکدہ میں سوچتا ہوں بار بار
مجھ پہ ساقی کی عنایت ہو نہ ہو

کام کب چلتا ہے منزل کے بغیر
رہبری کی دل کو حسرت ہو نہ ہو

ٹھوکریں کھانا پڑیں گی عشق میں
در بدر پھرنے کی عادت ہو نہ ہو

اور کیا کرنا پڑے گا اے جنوں
زندگی صرفِ محبت ہو نہ ہو

کفر کو اب تک سمجھتا ہوں میں کفر
ہے خدا جانے حقیقت ہو نہ ہو

مطمئن ہے دل مجھے بہزاد کیا
یار کے قدموں میں جنت ہو نہ ہو
